حکومت پنجاب کی طرف سے تعلیمی اداروں اور پبلک لائبریریز کے لیے منظور شدہ

ماہنامہ پیام اسلام آباد

فروغِ فکروآگہی کے لیے

جلد 24 شمارہ 01

ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

Regd. No. ID 311

مارچ 2021 | رجب المرجب ۱۴۴۲ ہجری

ISSN 1562-0018

مدیر اعلیٰ: ثاقب اکبر

مدیر: اسد عباس

مینجنگ ایڈیٹر: مرتضیٰ عباس

انچارج پبلی کیشنز: عرفان حسین

مجلس ادارت

- ڈاکٹر محمد طفیل
- ڈاکٹر محسن مظفر نقوی
- ڈاکٹر شہزاد اقبال شام
- ڈاکٹر ناصر زیدی
- مفتی امجد عباس
- ڈاکٹر سید علی عباس نقوی

مجلس مشاورت

- پروفیسر فتح محمد ملک
- پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز
- پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر
- سید ضیاء اللہ شاہ بخاری
- پیر غلام رسول اویسی
- پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر
- نعیم الحسن نقوی
- صاحبزادہ امانت رسول
- سید اعجاز حسین رضوی
- سید نثار علی ترمذی
- ڈاکٹر وقار حیدر نقوی
- ڈاکٹر ندیم عباس بلوچ

ڈیزائننگ	کمپوزنگ
حیدر نقوی	اکرام حسین

شمارہ ھذا: -/110 روپے   زر سالانہ -/1200 روپے

زر سالانہ امریکہ، کینیڈا، یورپ -/190 ڈالر

مڈل ایسٹ -/90 ڈالر

PO Box No 416
Islamabad
051-2218005
+92 306 5566771

ukhuwat@gmail.com
murtaza@albasirah.com

publications@albasirah.com
www.albasirah.com

کرنل (ر) افتخار حسین نے شجاع سنز آبپارہ اسلام آباد سے چھپوا کر البصیرہ شاہ اللہ دتہ اسلام آباد سے شائع کیا۔

اجمال پیام

ادار یہ		۳
حضرت امیر خسروؒ امیر المومنین حضرت علیؑ کے حضور	سید ثاقب اکبر	۵
اقوال امام علی علیہ السلام انتخاب از نہج البلاغہ	انتخاب: سید اسد عباس	۸
صوفیاء اور مقام اہلبیتؑ انتخاب کلام	ایضا	۱۵
مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں	عون محمد ہادی	۳۲
عدالت در نہج البلاغہ	عامر حسین شہانی	۴۲

ماہ رجب المرجب

ماہ مارچ کا شمارہ آپ کے پیش نظر ہے، قمری کیلنڈر کے رو سے یہ رجب کا مہینہ ہے جس کی فضیلت میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ طلوع اسلام سے قبل بھی ماہ رجب ان مہینوں میں شمار ہوتا تھا جو حرمت والے جانے جاتے تھے۔ ان مہینوں میں عرب بدو بھی طویل جنگ وجدال کا سلسلہ ترک کر دیتے تھے۔ اسلام نے بھی حرمت کے ان مہینوں کی تکریم کو برقرار رکھا۔ رجب کو بعض دیگر ناموں اور صفات سے بھی یاد کیا جاتا ہے، جن میں سے ایک رجب الفرد ہے۔ یہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ مہینہ دوسرے حرام مہینوں ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام سے الگ ہے جبکہ دوسرے مہینے ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اسی طرح اس مہینہ کو رجب المُضَر بھی کہا جاتا ہے کیونکہ قبیلہ مُضَر (پیغمبر اکرمؐ کے اجداد میں سے) بطور خاص اس مہینہ کے احترام کے قائل تھے۔ اس کے علاوہ رجب الاصم، رجب المُرَجَّب، رجب الحرام، مُنصَل الاٗسِنّہ اور مُنصِل الاٗلّ بھی اسی مہینے کے نام ہیں۔

اس مہینے کو ''رجب الاصب'' اور ''رجب الاصم'' نام رکھنے کے حوالے سے پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے:

يُسَمِّى شَهرُ الرَّجبِ الاَصَبِّ لاَنَّ الرّحمةَ تُصَبُّ عَلَى اُمّتى فيه صَبّاً وَ يُقالُ الاصَمِّ لِاَنّهُ نُهِىَ فيه عَن قِتالِ المُشر كينَ وَ هوَ مِنَ الشُّهورِ الحُرُم

ترجمہ: اس مہینے کو ''اصبّ'' کہا جاتا ہے چونکہ اس مہینے میں میری امت پر خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اور اسے ''اصم'' بھی کہا جاتا ہے چونکہ اس مہینے میں مشرکوں سے جنگ کرنے سے روکا گیا ہے۔

احادیث میں ہے کہ رسول اکرمؐ ماہ رمضان المبارک کے علاوہ ماہ شعبان اور رجب کے روزے رکھا کرتے تھے۔ انس بن مالک کا کہنا ہے کہ جب ماہ رجب کا آغاز ہوتا تو نبی کریمؐ دعا فرماتے کہ اے اللہ ہمیں رجب اور شعبان کی برکت عطا فرما۔ اسی طرح پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے:

''رجب خدا کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ اور رمضان المبارک بندگان خدا کا مہینہ ہے''۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

جو شخص اس مہینے میں ایک دن روزہ رکھے تو گویا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے پورا مہینہ روزہ رکھا ہو۔

اس مہینے کی پہلی شب جمعہ کو لیلۃ الرغائب کہا جاتا ہے جس کے حوالے سے روایات میں مختلف اعمال اور آداب ذکر ہوئے ہیں۔اس مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ جو ایام بیض کے نام سے معروف ہیں، میں اعتکاف جیسی عظیم سنت اور عبادت بھی انجام دی جاتی ہیں جو اسلامی عبادتوں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔اس مہینے میں واقع ہونے والے واقعات میں سب سے اہم واقعہ پیغمبر اسلامؐ کی بعثت ہے جو بعض روایات کے مطابق اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ کو ہوئی۔اس کے علاوہ ماہ رجب امام علی، امام باقرؑ، امام محمد تقیؑ کی ولادت کا مہینہ ہے اور اسی ماہ میں امام علی نقی علیہ السلام اور امام موسی کاظمؑ کی شہادت ہوئی۔ہم نے ماہنامہ پیام کے شمارہ حاضر کو تذکرہ امیر المومنینؑ سے مخصوص کیا ہے۔اس شمارے میں ''اقوال امام علی علیہ السلام انتخاب از نہج البلاغہ''، ''صوفیاء اور مقام اہلبیت انتخاب کلام''، ''حضرت امیر خسروؒ امیر المومنین حضرت علیؑ کے حضور''، ''مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں'' اور ''عدالت در نہج البلاغہ'' کے عنوان سے مقالات پیش قارئین ہیں۔امید ہے ہماری یہ کاوش قارئین پیام کو پسند آئے گی۔

والسلام

سید اسد عباس

حضرت امیر خسروؒ امیر المومنین حضرت علیؑ کے حضور

ابوالحسن یمین الدین خسروؒ (651ھ بمطابق 1253ء/725ھ بمطابق 1327ء) کی شخصیت بڑی رنگارنگی ہے۔ وہ دنیا کے عظیم ترین شاعروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ بلند پایہ نثر نگار بھی تھے، بے مثل ماہر موسیقی بھی، سلاطین دہلی کے محبوب ترین ہم جلیس بھی، وفادار بیٹے بھی، شفیق باپ بھی اور اپنے مرشد حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے بہت چہیتے اور جان نثار مرید بھی، ان کا جیسا عبقری صدیوں کے بعد ہی کبھی کبھی پیدا ہوتا ہے۔(۱)

حضرت امیر خسروؒ نے ویسے تو بہت سے قصائد لکھے ہیں تاہم ان کی کہی گئی امیر المومنین حضرت علیؑ کی منقبتوں نے شہرت دوام حاصل کی ہے۔ ان کی کہی ہوئی منقبتیں زبان زد خاص و عام ہیں۔ قوال ان کا کلام پڑھتے ہیں تو لوگوں پر وجد طاری ہوجاتا ہے۔ حدیث نبوی مَنْ کُنْتُ مَوْلاہُ فَھٰذا عَلِیٌ مَوْلاہُ کے حوالے سے کہی گئی ان کی منقبت خاص طور پر بہت مشہور ہے، ہم ذیل میں چند ایک منقبتیں قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں جنھیں ہم محمد وصی خان کی کتاب ''برآستانہ مولا علیؑ'' (۲) سے نقل کررہے ہیں۔ ان کے متن اور ترجمے کی تصحیح کردی گئی ہے۔ نیز متن رائج اسلوب میں پیش کیا جارہا ہے۔(ث ا)

منقبت ۱۔۔۔متن فارسی

امیر المومنین را می پرستم ۔۔۔ علی را منقبتها گفت یزدان
امام المتقین را می پرستم ۔۔۔ امام الراشدین را می پرستم
نبی مِنی، فتیٰ گفت امت جبرئیل ۔۔۔ کدام است چون علی برکند خیبر
امامِ این چنین را می پرستم ۔۔۔ امام الاشجعین را می پرستم
وصیّ و ابنِ عمّ و یار احمدؐ ۔۔۔ مرا عشق است بر اولادِ حیدر
امام السابقین را می پرستم ۔۔۔ امام العارفین را می پرستم
علی والیء شمشیر دو پیکر ۔۔۔ قسیم النار و جنّت، شاهِ مردان
امام الناصرین را می پرستم ۔۔۔ امام القاسمین را می پرستم
دلا! از عشقِ آن شه رو مگردان ۔۔۔ تو خسرو مذهب خود را بگوئی
امام العاشقین را می پرستم ۔۔۔ امام راستین را می پرستم

اگر خسرو کے جسم کو مست ہاتھی کے پاؤں تلے روندڈالو تب بھی وہ اپنے دل سے شاہ دلدلؑ سوار علی کی محبت نہیں نکال سکتا۔

منقبت ۳۔۔۔متن فارسی

بیا اے بندہء مومن! به مهر خواجه قنبر
امام حاضر و غائب امیر المومنین حیدر
امیرالمومنین است آن ز دنیا و هم از عقبیٰ
ولیِ ظاهر و باطن وصیِ مصطفےٰ حیدر
سریر سلطنت بعد از نبیؐ آن راست گو دارد
قبائے لا فتیٰ بر دوش و تاج هل اتیٰ برسر
خدا تیغ دوسر، زان داد سلطانِ دو عالم را
که تا هر دوسرا گیرد به ضرب تیغ دو پیکر
فروغ آفتاب چرخ را از مهر شه باشد
وگرنه هست خورشید اخگری و عین خاکستر
علی گو هست فخر تاجداران جهان، بودش
ردای فقر بر دوش و لباس صفدری بر در
چه غم دارد به روز حشر از عصیان خود خسرو
چو آل مصطفیٰ دارد شفاعت خواه در محشر

اردو ترجمہ: اے بندۂ مومن تو قنبر کے مولا کی محبت اختیار کر کے جو حاضر و غائب کے امام امیر المومنین حیدر ہیں۔
دنیا اور آخرت دونوں کے امیر المومنین ظاہر و باطن کے ولی اور مصطفیٰ کے وصی حیدر ہیں۔
حضرت رسولؐ خدا کے بعد تخت سلطنت ان کے لیے ہے اگرچہ ان کے کندھے پر قبائے لافتیٰ ہے اور سر پر تاج ھل اتی ہے۔
اس سلطان دو عالم کو اللہ نے تیغ دوسرا اس لیے عطا فرمائی کہ ذوالفقار کی ضرب سے دونوں عالم کو فتح کرلیں۔
خورشید فلک کی چمک شاہ ولایت کے طفیل ہے ورنہ خورشید ایک چنگاری ہے اور عین خاکستر ہے۔
حضرت علیؑ فخر تاجداران جہاں ہیں، اگرچہ آپ کے دوش پر فقر کی چادر اور جسم پر لباس صفدری ہے۔
خسرو کو قیامت میں اپنے گناہوں کا کیا غم ہوسکتا ہے جب کہ آل مصطفیٰ محشر میں اس کے شفیع ہوں گے۔

حوالہ جات

۱۔ سید صباح الدین عبدالرحمن: صوفی امیر خسروؒ، (جہلم، بک کارنر ۲۰۱۳ء)
۲۔ محمد وصی خان: آستانہ ءمولا علیؑ پر (کراچی، محفلِ حیدری) ص ۱۵۳ تا ۱۵۸

اقوال امام علی علیہ السلام انتخاب از نہج البلاغہ

انتخاب: سید اسد عباس

آج مسلمان روسو، ڈیکارٹ، کانٹ، مارکس اور لینن جیسے درجنوں دانشوروں کے اقوال ونظریات میں اپنے درد کا درمان اور اپنے زخم کا مرہم ڈھونڈتے ہیں۔ دوسری قوموں کے رہبروں کے اقوال وتصانیف کو شمع ہدایت قرار دیتے ہیں مگر قرآن اور اپنے راہنماؤں کے ارشادات کو دیکھنے اور پڑھنے کی فرصت نہیں۔ آئیں امیرالمؤمنینؑ کے ان فرامین میں غور کریں۔ ان اقوال کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا اسلام نے کوئی حل پیش نہ کیا ہو۔ دنیاں کی بے وفائیوں، زندگی کی ناہمواریوں، مشکلوں کے طوفانوں کے مقابلے کے حل موجود ہیں۔ ناکامیوں کے اسباب اور ان کا حل، بلندیوں کو جاننے اور ان کے حصول کے طریقے سب ان میں موجود ہیں۔ وہ کون سا پھول ہے جو اس گلدستہ میں موجود نہیں اور وہ کون سا مرہم ہے جو اس دواخانے میں نہیں۔ نہج البلاغہ کے یہ مختصر فرامین حقیقت میں قرآن کے دستور زندگی کی تفسیر ہیں جو عملاً آپ نے اپنائے اور ہمیں کر کے دکھائے۔ ہمیں بطور مسلمان فخر سے ان کو اپنانا چاہیے اور فخر ہی سے دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔

خودشناسی:

كَفَى بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَلَّا يَعْرِفَ قَدْرَهُ۔ (خطبہ ۱۶)

انسان کی جہالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی قدر ومنزلت کو نہ پہچانے۔

خاندان:

لَا يَسْتَغْنِي الرَّجُلُ وَاِنْ كَانَ ذَامَالٍ عَنْ عَشِيرَتِهِ۔ (خطبہ ۲۳)

کوئی شخص مالدار ہو تو بھی اپنے قبیلہ والوں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

نیک نامی:

لِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهُ غَيْرَهُ۔ (خطبہ ۲۳)

اللہ جس شخص کا سچا ذکر خیر لوگوں میں برقرار رکھتا ہے یہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جس کا وہ دوسروں کو وارث بنا جاتا ہے۔

نرم مزاجی:

مَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ۔ (خطبہ ۲۳)

جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے وہ اپنی قوم کی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے۔

بھلائی:

لَعَنَ اللہُ الْآمِرِینَ بِالْمَعْرُوفِ التَّارِکِینَ لَہُ وَ النَّاہِینَ عَنِ الْمُنْکَرِ الْعَامِلِینَ بِہِ۔ (خطبہ ۲۷)

اللہ لعنت کرے جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں اور خود اُسے چھوڑ بیٹھیں اور دوسروں کو بری باتوں سے روکیں اور خود اُن کو انجام دیں۔

دو خوف:

اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ اثْنَانِ اتِّبَاعُ الْھَوٰی وَ طُوْلُ الْاَمَلِ۔ (خطبہ ۲۸)

مجھے تمھارے بارے میں دو چیزوں کا بڑا خوف ہے، خواہشوں کی پیروی اور لمبی امیدیں۔

عبرت:

وَ اتَّعِظُوْا بِمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ قَبْلَ اَنْ یَتَّعِظَ بِکُمْ مَنْ بَعْدَکُمْ۔ (خطبہ ۳۲)

اپنے سے پہلے والوں سے عبرت حاصل کرو اس سے پہلے کہ بعد والے تم سے عبرت حاصل کریں۔

ندامت:

فَاِنَّ مَعْصِیَۃَ النَّاصِحِ الشَّفِیقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَسْرَۃَ وَ تُعْقِبُ النَّدَامَۃَ۔ (خطبہ ۳۵)

مہربان، باخبر اور تجربہ کار نصیحت کرنے والے کی مخالفت کا نتیجہ و انجام حسرت و ندامت ہے۔

کفایت شعاری:

وَ لَا تَسْأَلُوا فِیھَا فَوْقَ الْکَفَافِ۔ (خطبہ ۴۵)

اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو۔

خواہش پرستی:

إِنَّمَا بَدْءُ وُقُوعِ الْفِتَنِ أَھْوَاءٌ تُتَّبَعُ۔ (خطبہ ۴۵)

فتنوں میں پڑنے کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

دُنیا کی حقیقت:

فَإِنَّھَا عِنْدَ ذَوِی الْعُقُولِ کَفَیْءِ الظِّلِّ۔ (خطبہ ۶۱)

دنیا عقل مندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے۔

نعمت کا غرور:

نَسْأَلُ اللہَ سُبْحَانَہُ أَنْ یَجْعَلَنَا وَ إِیَّاکُمْ مِمَّنْ لَا تُبْطِرُہُ نِعْمَۃٌ۔ (خطبہ ۶۲)

ہم اللہ سبحانہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمھیں ایسا بنادے کہ نعمتیں سرکش نہ بناسکیں۔

اللہ کا کنبہ:

عِیَالُہُ الْخَلَائِقُ۔ (خطبہ ۸۹) ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

بے تحاشا محبت:

مَنْ عَشِقَ شَيئاً اَعْشَى بَصَرَهُ وَ اَمْرَضَ قَلْبَهُ۔ (خطبہ ۱۰۷)

جو شخص کسی شی سے بے تحاشا محبت کرتا ہے وہ اُس کی آنکھوں کو اندھا، دل کو مریض کر دیتی ہے۔

قرآن سے سبق:

تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّهُ اَحْسَنُ الْحَدِيثِ۔ (حکمت ۱۰۸)

قرآن کی تعلیم حاصل کرو کہ وہ بہترین کلام ہے۔

صلہ رحمی:

وَ صِلَةُ الرَّحِمِ فَإِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ وَ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ۔ (خطبہ ۱۰۸)

رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرنا کہ یہ مال میں اضافہ اور عمر کی درازی کا سبب ہے۔

جلد بازی:

لاَ تَعْجَلْ فِي عَيْبِ اَحَدٍ بِذَنْبِهِ، فَلَعَلَّهُ مَغْفُورٌ لَهُ۔ (خطبہ ۱۳۰)

کسی پر گناہ کا عیب لگانے پر جلدی نہ کریں شاید اُس کو معاف کر دیا گیا ہو۔

بدلا:

كَمَا تَدِينُ تُدَانُ وَ كَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ۔ (خطبہ ۱۵۱) جو بوؤ گے وہی کاٹو گے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

نیکیوں کا حکم:

اَلاَمْرُ بِالمَعْرُوفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانِ مِن خُلُقِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ۔ (خطبہ ۱۵۴)

نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں جو اخلاق خداوندی میں سے ہیں۔

خودسازی:

طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ۔ (خطبہ ۱۷۴)

لائقِ مبارک باد ہے وہ شخص جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں۔

ظلم:

أمّا الظُّلمُ الذي لا يُترَكُ فظُلمُ العِبادِ بَعضِهِم بَعضاً (خطبہ ۱۷۴)

وہ ظلم جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے۔

کامل انسان:

لَا يَرْضَوْنَ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الْقَلِيلَ وَ لَا يَسْتَكْثِرُونَ الْكَثِيرَ۔ (خطبہ ۱۹۱)

وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں ہوتے اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے۔

راہ راست:

لَاتَسۡتَوۡحِشُوۡا فِي طَرِيۡقِ الۡهُدٰى لِقِلَّةِ اَهۡلِه۔ (خطبہ ۱۹۹)

راہ راست پر چلنے والوں کی کمی کے باعث چلنے سے مت گھبرائیں۔

کلام:

دَعِ الۡقَوۡلَ فِيمَا لَاتَعۡرِفُ وَ الۡخِطَابَ فِيمَا لَمۡ تُكَلَّفۡ۔ (وصیت ۳۱)

جو چیز جانتے نہیں ہو اس کے متعلق بات نہ کرو اور جس چیز کا تم سے تعلق نہیں ہے اس کے بارے میں زبان نہ چلاؤ۔

پسند کا معیار:

اَحۡبِبۡ لِغَيۡرِكَ مَاتُحِبُّ لِنَفۡسِكَ وَ اكۡرَهۡ لَهٗ مَاتَكۡرَهُ لَهَا (وصیت ۳۱)

جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو اور جو اپنے لیے نہیں چاہتے اُسے دوسروں کے لیے بھی نہ چاہو۔

ظلم سے پرہیز:

وَلَاتَظۡلِمۡ كَمَا لَاتُحِبُّ اَنۡ تُظۡلَمَ۔ (وصیت ۳۱)

جس طرح چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو۔

خود پسندی:

اَلۡاِعۡجَابُ ضِدُّ الصَّوَابِ وَ آفَةُ الۡاَلۡبَابِ۔ (وصیت ۳۱)

خود پسندی صحیح طریقہ کار کے خلاف اور عقل کی تباہی کا سبب ہے۔

محنت:

فَاسۡعَ فِي كَدۡحِكَ وَ لَاتَكُنۡ خَازِنًا لِغَيۡرِكَ (وصیت ۳۱)

روزی کمانے میں کوشش کرو اور دوسروں کے خزانچی نہ بنو۔

آزادی:

وَلَاتَكُنۡ عَبۡدَ غَيۡرِكَ وَقَدۡ جَعَلَكَ اللهُ حُرًّا (وصیت ۳۱)

دوسروں کے غلام نہ بنو جبکہ اللہ نے تمھیں آزاد بنایا ہے۔

بھلائی:

وَمَا خَيۡرُ خَيۡرٍ لَايُنَالُ اِلَّا بِشَرٍّ۔ (وصیت ۳۱)

اس بھلائی میں کوئی بھلائی نہیں جو بُرائی کے ذریعہ حاصل ہو۔

رازداری:

اَلۡمَرۡءُ اَحۡفَظُ لِسِرِّهٖ۔ (وصیت ۳۱) انسان اپنے رازوں کو خود ہی چھپا سکتا ہے۔

امیدیں:

اِیَاکَ وَ اْلاِتِّکَالَ عَلَی الْمُنی فَاِنَّھَا بَضَائِعُ النَّوْکَی(وصیت ۳۱)

خبردار امیدوں کے سہارے پر نہ بیٹھے رہنا کیونکہ امیدیں احمقوں کا سرمایہ ہوتی ہیں۔

دوستی:

لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ صَدِیقِکَ صَدِیقاً فَتُعَادِیَ صَدِیقَکَ(وصیت ۳۱)

اپنے دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ ورنہ اس دوست کے دشمن قرار پاؤ گے۔

پردیسی:

اَلْغَرِیبُ مَنْ لَمْ یَکُنْ لَہُ حَبِیبٌ۔ (وصیت ۳۱)

پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

قبیلہ:

اَکْرِمْ عَشِیرَتَکَ فَاِنَّھُمْ جَنَاحُکَ الَّذِي بِہٖ تَطِیْرُ(وصیت ۳۱)

اپنے قبیلے کا احترام کرو کیونکہ وہ تمھارے پر و بال ہیں جن سے تم پرواز کرتے ہو۔

جوانی:

اِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ کَالاَرْضِ الْخَالِیَۃِ مَا اُلْقِيَ فِیھَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْہُ۔ (خط ۳۱)

کم سن کا دل اس خالی زمین کے مانند ہوتا ہے جس میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اسے قبول کرلیتی ہے۔

نظم وضبط:

اُوصِیکُمَا وَ جَمِیعَ وَلَدِی وَ اَھْلِي وَ مَنْ بَلَغَہُ کِتَابِی بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ نَظْمِ اَمْرِکُمْ۔(وصیت ۴۷)

میں تمھیں اللہ سے ڈرنے اور اپنے معاملات کو منظم رکھنے کی وصیت کرتا ہوں۔

عفوودرگزر:

فَاَعْطِھِمْ مِنْ عَفْوِکَ وَ صَفْحِکَ مِثْلِ الَّذِي تُحِبُّ وَ تَرْضَی اَنْ یُعْطِیَکَ اللّٰہُ مِنْ عَفْوِہٖ وَ صَفْحِہٖ(خط ۵۳)

تم دوسروں سے اسی طرح عفوودرگزر سے کام لینا جس طرح اللہ سے اپنے لیے عفوودرگزر کو پسند کرتے ہو۔

کینہ:

اَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَۃَ کُلِّ حِقْدٍ۔ (خط ۵۳) لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کھول دو۔

شکر:

وَ اَکْثِرْ اَنْ تَنْظُرَ اِلَی مَنْ فُضِّلْتَ عَلَیْہِ، فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ اَبْوَابِ الشُّکْرِ(خط ۶۹)

جو لوگ تم سے کم حیثیت کے ہیں انہی کو زیادہ دیکھا کرو کیونکہ یہ تمھارے لیے شکر کا ایک راستہ ہے۔

زبان پر کنٹرول:

هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ مَنْ أَمَّرَ عَلَيْهَا لِسَانَهُ۔ (حکمت ۲)

جس نے خود پر زبان کو حاکم بنالیا اُس نے اپنی شخصیت کو ذلیل ورسوا کیا۔

فقر:

اَلْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ عَنْ حُجَّتِهِ۔ (حکمت ۳)

فقر وتنگدستی عقلمند کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے گونگا بنا دیتی ہے۔

عفوودرگذشت:

اِذَا قَدَرْتَ عَلَى عَدُوِّكَ، فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْراً لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ(حکمت ۱۰)

دشمن پر قابو پاؤ تو اس قابو پانے کا شکرانہ اس کو معاف کر دینا قرار دو۔

احمق سے دوستی:

اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْاَحْمَقِ(حکمت ۳۸)

بے وقوف سے دوستی نہ کرنا۔

زبان کی اہمیت:

لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَآءَ قَلْبِهِ وَ قَلْبُ الْاَحْمَقِ وَرَآءَ لِسَانِهِ۔ (حکمت ۴۰)

عقل مند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور بے وقوف کا دل اُس کی زبان کے پیچھے ہے۔

غرور:

سَيِّئَةٌ تَسُوءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ(حکمت ۴۶)

وہ غلطی جو تمھیں پشیمان کرے اُس اچھائی سے بہتر ہے جو تمھیں مغرور کر دے۔

زبان کے خطرات:

اَللِّسَانُ سَبُعٌ اِنْ خُلِّيَ عَنْهُ عَقَرَ۔ (حکمت ۶۰)

زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اُسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔

خاموشی:

اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ۔ (حکمت ۷۱) جب عقل پختہ ہوتی ہے تو گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

علم:

وَ لَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ أَنْ يَقُولَ لَا أَعْلَمُ۔ (حکمت ۸۲)

اگر تم میں سے کسی سے ایسی بات پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ ”میں نہیں جانتا۔

تجربہ کی اہمیت:

رَأْيُ الشَّيْخِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ وَرُوِيَ مِنْ مَشْهَدِ الْغُلَامِ۔ (حکمت ۸۶)

بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے۔

تکبر:

عَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِی كَانَ بِالْأَمْسِ نُطْفَةً وَيَكُونُ غَداً جِيفَةً۔ (حکمت ۱۲۶)

مجھے تعجب ہے متکبر و مغرور پر جو کل ایک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہوگا۔

عظمت خدا:

عَظُمَ الْخالِقُ فی اَنْفُسِهِمْ، فَصَغُرَ ما دُونَهُ فی اَعْيُنِهِمْ۔ (حکمت ۱۲۹)

خالق کی عظمت کا احساس انسانوں کی نظروں میں اس کے غیر کو کم تر کر دیتا ہے۔

عورت کا جہاد:

جِهادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ۔ (حکمت ۱۳۶) عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ اچھا برتاؤ ہے۔

صدقہ:

اسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ۔ (حکمت ۱۳۷) صدقے کے ذریعے رزق و روزی طلب کرو۔

مشورہ:

مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ، وَمَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِي عُقُولِهَا (حکمت ۱۵۸)

جو اپنی ہی رائے کو سب کچھ سمجھتا ہے وہ ہلاک ہوگا اور جو لوگوں سے مشورہ کرے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

رازداری:

مَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهِ۔ (حکمت ۱۶۲)

جو اپنے راز کو پوشیدہ رکھے گا اس کا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔

جہالت:

النَّاسُ أَعْدَاءُ مَا جَهِلُوا۔ (حکمت ۱۷۲) لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے نہیں جانتے۔

غور و فکر:

مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوهَ الْآرَاءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَإِ۔ (حکمت ۱۷۳)

جو شخص مختلف آراء کا سامنا کرتا ہے وہ خطاؤں کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

وسعت صدر:

آلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدْرِ۔ (حکمت ۱۷۶) سرداری کا ذریعہ سینے کی وسعت ہے۔

حضرت علی بن عثمانؒ

داتا گنج بخشؒ (۴۰۰ـ۴۶۵ھ)

حضرت علی الہجویریؒ امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ افغانستان سے لاہور تشریف لائے۔ برصغیر میں تشریف لانے والے صوفیا میں آپ متقدمین میں سے ہیں۔ آپ نے اپنی معروف کتاب کشف المحجوب میں اہل بیت رسالت کے بہت سے فضائل نقل کیے ہیں۔ ان کے اپنے اشعار تو ہمارے پیش نظر نہیں ہیں لیکن انھوں نے اہل بیت کی شان میں معروف عرب شاعر فرزدق (**هَمّام بن غالب بن صَعصَعة الدّارِمی التمیمی ملقب بہ ابو فِراس**) کا ایک شہرہ آفاق قصیدہ نقل کیا ہے۔

اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: حکایات میں ہے کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان ایک سال حج کو آیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا جب حجر اسود پر بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو خلقت کے ہجوم کی وجہ سے اسے راستہ نہ ملا۔ وہ منبر پر چڑھا اور خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ اسی وقت حضرت زین العابدینؑ تشریف لائے چہرہ ماہ کامل کی طرح روشن، رخسار دمکتے ہوئے اور لباس خوشبو سے معطّر۔ انہوں نے طواف کیا جب حجرِ اسود کے پاس آئے تو لوگ تعظیماً ایک طرف ہٹ گئے اور آپؑ نے بڑھ کر پتھر کو بوسہ دیا۔ ہشام بن عبدالملک سے کسی نے کہا آپ امیر المؤمنین ہیں، آپ کو حجر اسود تک باز یابی نہ ہوئی، وہ جوان رعنا آیا تو سب لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور سنگِ اسود اس کے لیے خالی کر دیا۔ ہشام نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ ہشام کا مطلب یہ تھا کہ اس کے لوگ حضرت زین العابدینؑ کو پہچان کر ان کی طرف داری اختیار کر کے انہیں امیر بنانے کی کوشش نہ کریں۔ فرزدق شاعر موجود تھا۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا تو بیان کرو وہ کون ہے؟ اس کے چہرے سے کیا ہیبت ٹپک رہی ہے۔ فرزدق نے کہا: سو میں اس کے صفات اور اس کے نسب کو بیان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر فرزدق نے اشعار پڑھے:

هَذا الّذی تَعرِفُ البَطحاءُ وَطْأَتَهُ
وَالبَیْتُ یعْرِفُهُ وَالحِلُّ وَالحَرَمُ
هذا ابنُ خَیرِ عِبادِ اللهِ کُلّهِمُ
هذا التّقیّ النّقیّ الطّاهِرُ العَلَمُ
هذا ابنُ فاطمَةٍ اِنْ کُنْتَ جاهِلَهُ
بِجَدّهِ أنْبِیاءُ اللهِ قَدْ خُتِمُوا
وَلَیْسَ قَوْلُکَ: مَن هذا؟ بضَائرِه
العُرْبُ تَعرِفُ من أنکَرْتَ وَالعَجَمُ

اللہ شَرّفَهُ قِدماً وَعَظّمَهُ
جَرَی بِذاکَ لَهُ فی لَوْحِهِ القَلَمُ
أیُ الخَلائِقِ لَیسَتْ فی رِقَابِهِمْ
لأَوّلِیَةِ هَذا، أَوْلَهُ نِعمُ

ترجمہ: وہ جنھیں تم نہیں پہچانتے وہ وہی ہیں سرزمین بطحا جن کے نقش قدم کو پہچانتی ہے اور انھیں پہچاننے میں کعبہ، حل اور حرم اُس کے ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ اُن کے بیٹے ہیں جو تمام بندگان خدا سے بہتر ہیں، یہ تقی ہیں، نقی ہیں، طاہر ہیں اور علم وفضیلت کا کوہ بلند ہیں۔ اگر تم انھیں پہچاننے میں جاہل ہو تو جان لو کہ یہ فاطمہ کے بیٹے ہیں اور ان کے نانا وہ ہیں کہ جن پر سلسلہ نبوت تمام ہوا۔ تمھارا یہ کہنا کہ یہ کون ہیں؟ انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچاتا کیونکہ عرب وعجم انھیں بخوبی پہچانتے ہیں۔ اللہ نے انھیں شرف وعظمت بخشی ہے اور اس مشیت کو حقیقت بخشنے کے لیے لوح پر قضا کا قلم چلایا ہے۔ اللہ کی مخلوقات میں سے کونسا گروہ ہے جو ان کے بزرگوں یا خود ان کی ذات کریم کا احسان مند نہ ہو۔

ہشام برافروختہ ہوگیا اور اس نے فرزدق کو مدینہ اور مکہ کے درمیان عسفان کے مقام پر قید کردیا۔ جب یہ خبر حضرت زین العابدینؑ کو ملی تو انھوں نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ ہم مجبور ہیں، اس سے زیادہ ہمارے پاس نہیں۔ فرزدق نے وہ روپیہ یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اے فرزند پیغمبرؐ! میں تمام عمر مال وزر کے لیے بادشاہوں اور امیر لوگوں کے قصائد لکھتا رہا ہوں اور ان کی تعریف میں جھوٹ بولتا رہا ہوں۔ یہ اشعار میں نے اہل بیتؑ کی تعریف میں از رہِ کفارہ کہے ہیں۔ جب یہ پیغام امام زین العابدینؑ کو ملا۔ انہوں نے رقم واپس بھجوادی اور کہا:

اے فرزدق! اگر تمھیں واقعی ہمارے ساتھ ارادت ہے تو یہ خیال نہ کرو کہ ہم جو کچھ دے چکے اسے واپس لے لیں گے۔ ہم اس کی ملکیت سے دست بردار ہو چکے ہیں۔

حضرت زین العابدینؑ کے مناقب اتنے ہیں کہ احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ (۴)

☆☆☆☆☆

حضرت معین الدین چشتیؒ (۵۳۶۔۶۳۳ھ)

حضرت معین الدین چشتیؒ سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں۔ آپ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ بن امام جعفر صادقؑ بن امام محمد باقرؑ بن امام علی زین العابدینؑ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ ایک دولت مند خاندان میں پیدا ہوئے لیکن ایک ولی اللہ نے ایسی نظر کرم کی کہ سب کچھ چھوڑ کر راہ ولایت وعرفان اختیار کی۔ آپ نے حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پر چلہ کشی بھی کی۔ آپ کئی ایک کتابوں کے مصنف ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں آپ کی ایک معروف منقبت سے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

بی حاصلیم گرچه از دهروملک و مالش
مارا بس است حاصل مهر علی و آلش

هر گلرخی که نی خود همرنگ آل حیدر
بگریز از ان که صد بار هجران به از وصالش
کفار خارجی را باور مکن اگرچه
قال الرسول گوید کذب است قیل وقالش
آن را که غیر حیدر باشد امام و رهبر
دارد خیال باطل، باطل بود خیالش
بر دشمنان حیدر لعنت بکن میندیش
ای مومن موالی زنهار از وبالش

ترجمہ: اگرچہ ہمارے پاس نہ دنیا ہے، نہ حکومت ہے اور نہ اس کا مال لیکن ہمارے لیے علی اور آپ کی آل کی محبت ہی کافی ہے۔ ہر گل رخ اور حسین کہ جو آل حیدر سے ہم رنگ نہیں ہے اس سے دوری اختیار کر کہ اس کے وصال سے اس کا ہجر سو بار بہتر ہے۔ خارجی کافروں کی بات کا یقین نہ کر وا گرچہ وہ یہ کہتا ہو کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کیونکہ اس کی بات اور اس کا قول جھوٹا ہے۔ جس نے بھی علیؑ کو چھوڑ کر اپنا امام اور رہبر بنایا اس کے دل میں باطل کا خیال ہے اور اس کا خیال بھی باطل ہے۔ اے مولا کے ماننے والے مومن! حیدر کے دشمنوں پر لعنت بھیج اور اس کا جو بھی نقصان ہوتا ہو اس کی ہرگز پرواہ نہ کر۔(۵)

امام حسینؑ کے حضور آپ کے اس نذرانۂ عقیدت کو شہرت دوام حاصل ہوگئی ہے:

شاه است حسین علیہ السلام، پادشاه است حسین علیہ السلام
دین است حسین علیہ السلام دین پناه است حسین علیہ السلام
سردار نداد دست در دست یزید
حقا که بنائے لا اله است حسین علیہ السلام

☆☆☆☆☆

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ (۶۳۴ھ)

آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حلقہ ارادت سے وابستہ تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں آپ کی منقبت کے چند شعر:

بود موصوف از صفات خدا
زان سبب گشته بود راه نما
هستم از دشمن علی بیزار
حق گواه است اندرین گفتار

هر که چون قطب دین گدای علی است

کوس شاهی به نام او ازلی است

ترجمہ: آپ میں صفات الٰہی جلوہ گر تھیں اسی لیے آپ راہنما قرار پائے۔ میں علی کے دشمن سے بیزار ہوں اور میری اس بات پر حق تعالیٰ گواہ ہے۔ جو کوئی بھی قطب الدین (بختیار کاکیؒ) کی طرح علیؑ کی بارگاہ کا گدا ہو جائے گا ازلی بادشاہت کا نقارہ اس کے نام بجے گا۔(۶)

ایک اور منقبت سے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

در روز حشر هر کس امامے طلب کند

مارا وسیله نیست بجز مرتضیٰ علی علیہ السلام

ترجمہ: قیامت کے دن جب بھی ہر کسی کو اس کے امام کے بارے میں پوچھا جائے گا تو ہمارا وسیلہ علی مرتضیٰ کے سوا کوئی نہ ہوگا۔(۷)

☆☆☆☆☆

مولانا جلال الدین رومیؒ (۶۰۴ھ/۱۲۰۷ـ۱۲۷۳ء)

اللہ تعالیٰ نے جو بلند مقام سخنوری میں مولانا جلال الدین کو عطا فرمایا ہے وہ شاذ و نادر ہی کسی کے حصے میں آیا ہے۔ علامہ اقبالؒ انھیں اپنا مرشد کہتے ہیں۔

ان کی مثنوی کے بارے میں کہا جاتا ہے:

ع ہست قرآن در زبان پہلوی

آپ ایک مرد عارف اور اسلام شناس کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ حضرت صدر الدین قونوی کے توسط سے حضرت محی الدین ابن عربی کے سلسلۂ فیضان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اہل بیتؑ کی شان میں آپ کے بہت سے اشعار ہیں۔ امیر المومنینؑ کی خدمت میں آپ کی معروف منقبت میں سے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

اے شاہِ شاهانِ جهاں والله مولانا علی رضی اللہ عنہ

اے نورِ چشمِ عاشقاں والله مولانا علی رضی اللہ عنہ

قاضی و شیخ و محتسب دارند بدل بغض علی رضی اللہ عنہ

هرسه شدند از دین بری والله مولانا علی رضی اللہ عنہ

ترجمہ: اے دنیا کے بادشاہوں کے بادشاہ قسم باخدا ہمارے مولا علیؑ آپ ہیں۔ اے عاشقوں کے نور چشم باخدا ہمارے مولا علیؑ آپ ہیں۔ قاضی، شیخ اور محتسب تینوں کے دل میں علیؑ کا بغض ہے، یہ تینوں دین سے نکل گئے ہیں باخدا اے ہمارے مولا علیؑ۔(۸)☆☆☆☆☆

لال شہباز قلندرؒ (۵۷۸۔۶۷۳ھ)

آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا اصلی نام سید عثمان مروندی ہے۔ اہل بیتؑ کی شان میں آپ کے بہت سے قصائد ہیں، ہم ایک منقبت سے ان کا فقط ایک بند نقل کر رہے ہیں:

از مئ عشق شاہ سر مستم
بندہ مرتضی علی ھستم
من بہ غیر از علی ندانستم
علی اللہ از ازل گفتم
حیدری ام قلندرم مستم
بندۂ مرتضی علی ھستم

ترجمہ: میں علیؑ بادشاہ کے عشق میں سرمست ہوں اور علیؑ مرتضیٰ کا غلام ہوں۔ میں علیؑ کے سوا کسی کو جانتا ہی نہیں اور میں نے ازل سے علی اللہ کہا ہے۔ میں حیدری ہوں، میں قلندر ہوں، میں مست ہوں، میں علی مرتضیٰؑ کا غلام ہوں۔ (۹)

☆☆☆☆☆

حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ (۵۹۲۔۶۹۰ھ)

سلسلہ چشتیہ کے معروف بزرگ حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیری پاک پتن میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج کے بھانجے اور مرید تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کی منقبت سے چند اشعار:

ای محرم راز خدا
ای نور چشم مصطفی
ای صاحب ھر دوسرا
مستان سلامت می کنند
ای صاحب عالی نسب
عالم ز تو اندر طرب
داری اسد اللہ لقب
مستان سلامت می کنند

ترجمہ: اے اللہ کے رازوں کے محرم، اے مصطفیٰ کی آنکھوں کے نور۔ اے دو جہانوں کے بادشاہ! تیری محبت کے متوالے تجھے سلام پیش کرتے ہیں۔ اے بلند نسب والے کہ جس کا لقب اسد اللہ ہے۔ تیرے ذکر سے ایک دنیا طرب انگیز اور حال وجد میں ہے تیری محبت کے متوالے تجھے سلام پیش کرتے ہیں۔ (۱۰)

حضرت نظام الدین اولیاؒ (۶۳۲۔۷۲۵ھ)

آپ کا اسم گرامی سید محمد بن سید احمد بن دانیال ہے۔ آپ کو نظام الدین اولیا اور محبوب الٰہی کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ حضرت امام علی نقیؑ بن امام محمد تقیؑ بن امام علی رضاؑ بن امام موسیٰ کاظمؑ بن امام جعفر صادقؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے مرید ہیں۔ مولا علی علیہ السلام کے حضور ایک معروف منقبت سے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

امامت را کسی شاید که شاه اولیا باشد
به زهد وعصمت و دانش مثال انبیا باشد
امام حق کسی باشد که اندر جملهٔ قرآن
به هر آیت که برخوانی در آن مدح و ثنا باشد
امام حق کسی باشد که یزدان بست عقد او
بود خیر النساء زوجه و خسرش مصطفی باشد
امام حق کسی باشد که باشد بت شکن در دین
نه هم چون ناصبی بی دین که معبودش ریاباشد

ترجمہ: امامت اس کو زیبا ہے کہ جو اولیاء کا بادشاہ ہے اور جو زہد، عصمت اور علم میں انبیاء کی مثال ہے۔ حق کا پیشوا وہ ہے کہ سارے قرآن کے اندر آپ جس آیت کو بھی پڑھیں گے آپ کو اسی کی مدح وثنا ملے گی۔ حق کا پیشوا وہی ہے کہ جس کا نکاح اللہ کے حکم سے ہوا اور خیر النساء جس کی زوجہ بنیں اور مصطفیٰ جس کے سُسر قرار پائے۔ حق کا پیشوا وہی ہے کہ جو دین میں بت شکن قرار پایا، کوئی ناصبی بے دین حق کا پیشوا نہیں ہوسکتا کہ جس کا معبود ریاکاری ہے۔ (۱۱)

☆☆☆☆☆

حضرت امیر خسرو دھلویؒ (۶۵۱۔۷۲۵ھ)

آپ کا نام یمین الدین ابوالحسن ہے۔ امیر خسرو کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے خلیفہ قرار پائے۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ان کی ایک منقبت سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

شهر دل آباد شد از رحمت پروردگار
کاندرین شهری است حیدر برگزیده شهریار
گر نه افضل برهمه چون آمد این هاتف زغیب
لافتی الاعلی لا سیف الاذوالفقار
گر تن خسرو دهی در زیر پای فیل مست
حب از دل برندارد زان شه دلدل سوار

ترجمہ: دل پروردگار کی رحمت سے آباد ہوگیا کیونکہ اس شہر کا برگزیدہ اور منتخب بادشاہ حیدر ہے۔ وہ سب سے افضل کیوں نہ ہو کہ جس کے لیے غیب سے ہاتف کی آواز آئی کہ علی جیسا کوئی مرد نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔ اگر خسرو کا بدن مست ہاتھی کے پاؤں کے نیچے بھی رکھ دو تو شہ دلدل سوار علی کی محبت تم اس کے دل سے نہیں نکال سکتے۔(۱۲)

آپ کی ایک اور نہایت بے ساختہ اور عاشقانہ منقبت ہے، ملاحظہ فرمائیں:

امیرالمؤمنین را می پرستم
امام المتقین را می پرستم
نبی مِنّی، فتیٰ گفته است جبریل
امام این چنین را می پرستم
وصیّ و ابن عمّ ویار احمد
امام السابقین را می پرستم
علی والیٔ شمشیر دو پیکر
امام الناصرین را می پرستم
دلا از عشق آن شه رومگردان
علی را منقبت ها گفت یزدان
مرا عشق است بر اولاد حیدر
امام العاشقین را می پرستم
امام الراشدین را می پرستم
امام العارفین را می پرستم
قسیم نار وجنت شاه مردان
امام القاسمین را می پرستم
تو خسرو مذهب خود را بگویی
امام راستین را می پرستم

ترجمہ: میں امیرالمومنینؑ سے عشق رکھتا ہوں، امام المتقینؑ سے عشق رکھتا ہوں۔ نبیؐ نے ان کے بارے میں کہا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور جبریل نے ان کے بارے میں لافتیٰ الاعلی کہا، میں ایسے امام سے عشق رکھتا ہوں۔ آپ احمد مجتبیٰؐ کے وصی، چچازاد اور ساتھی ہیں، میں سبقت کرنے والوں کے ایسے امام سے عشق کرتا ہوں۔ علیؑ کی شمشیر دوسروں والی تھی میں ایسے امام الناصرین سے عشق رکھتا ہوں۔ اے میرے دل! ایسے بادشاہ کے عشق سے منہ نہ موڑ کہ میں اس عاشقوں کے امام سے عشق رکھتا

ہوں۔علیؑ کی منقبتیں خوداللہ نے بیان کی ہیں میں ہدایت کرنے والوں کے ایسے پیشوا سے عشق رکھتا ہوں۔ میں اولا دحیدر سے عشق رکھتا ہوں اور عارفوں کے پیشواعلیؑ کی پوجا کرتا ہوں۔شاہ مرداں علیؑ دوزخ اور جنت کوتقسیم کرنے والے ہیں۔ میں ایسے ہی تقسیم کرنے والوں کے پیشوا سے عشق رکھتا ہوں۔اے خسرو! تم اپنا مذہب بیان کردواور کہہ دو کہ میں سچوں کے پیشواعلیؑ سے عشق رکھتا ہوں۔(۱۳)

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ (۱۴۱۴۔ ۱۴۹۲ء)

آپ بھی ایک عارف باللہ کی شہرت رکھتے ہیں۔نعت گوئی میں اللہ نے آپ کوشرف قبولیت اورحسن شہرت عطافرمایا ہے۔آئمہ اہل بیتؑ کی مدح میں آپ کے بہت سے اشعار ہیں۔امام علیؑ کے حضور آپ کی معرکتہ الآرا منقبت سے چند شعر پیش خدمت ہیں:

علی علیہ السلام شاہِ حیدر اماماً کبیراً
بجنگ اُحد چون نبیؐ ماند تنها
به بد خواه اولاد حیدر علیہ السلام خدا گفت
زتو نیست پوشیده احوال جامیؒ
که بعد از نبیؐ شد بشیراً نذیراً
خدائش فرستاده ناد علی علیہ السلام را
که ۔ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا
که هستی بمعنیٰ سمیعاً بصیراً

ترجمہ: علیؑ شاہ حیدر امام کبیر ہیں کہ جو نبی کے بعد بشیر ونذیر کی منزلت پر فائز ہوئے۔ جنگ احد میں جب نبی کریمؐ تنہا رہ گئے تو آپؐ کے خدا نے ''نادعلی'' کو نازل کیا۔اولا دحیدرؑ کے بدخواہ دشمن سے کہہ دے کہ عنقریب وہ موت مانگے گا اورآگ میں داخل کیا جائے گا۔اے علی! تجھ سے جامی کے احوال پوشیدہ نہیں ہیں کہ تو صحیح معنی میں سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(۱۴)

☆☆☆☆☆

حضرت سلطان باھوؒ (۱۰۳۹۔۱۱۰۲ھ)

حضرت سلطان باھوؒ سروری قادری سلسلے کے بانی ہیں اور بلند مرتبہ عارف کی شہرت رکھتے ہیں۔نسب کے لحاظ سے آپ قطب شاہی اعوان ہیں جو حضرت عباس ابن علی علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔اگرچہ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ اویسی طریقے سے روحانی مقام تک جا پہنچے لیکن اپنی والدہ کی تاکید کی بنا پر آپ نے قادری سلسلے کے ایک بزرگ سے بیعت کی۔آپ کی بہت سی کتب ہیں اور آپ کا زیادہ تر کلام اور نثر فارسی زبان میں ہے تاہم آپ کے سرائیکی کلام نے انتہائی مقبولیت حاصل کی۔ یہ نہایت معنی خیز اور پرتاثیر کلام ہے اور انسان کی باطنی تربیت کے لیے بہت نتیجہ خیز ہے۔اس میں اہل بیت رسالتؐ کی مدح بھی موجود

ہے۔امام حسینؑ کے بارے میں ایک مشہور بند ملاحظہ فرمائیے:

جے کر دین علم وچ ہونداسر نیزے کیوں چڑھدے ہو
اٹھارہ ہزار جو عالم آہا اگے حسینؑ دے مردے ہو
جے کر بیعت رسولی مندے پانی کیوں بند کردے ہو
صادق دین تنہاں دا باہوجو سر قربانی کردے ہو(۱۵)

☆☆☆☆☆

حضرت احمد رضا خان بریلویؒ(۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ)

حضرت احمد رضا خان بریلویؒ اہل سنت بریلوی کے امام ہیں۔نعت گوئی میں ان کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔مولا علی علیہ السلام کی منقبت میں ان کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

مرتضی شیر خدا مرحب کشا خیبر گشا
سرورا لشکر کشا مشکل گشا امداد کن
ای خدا را تیغ و ای اندام احمد را سپر
یا علی یا بوالحسن یا بوالعلیٰ امداد کن
ای شب هجرت به جای مصطفیٰ بر رخت خواب
ای دم شدت فدای مصطفیٰ امداد کن

ترجمہ: اے علی مرتضیٰؑ اے شیر خدا اے مرحب کو قتل کرنے والے اے فاتح خیبر اے سید و سردار اے لشکروں کے فاتح اے مشکل کشا میری مدد کیجیے۔اے وہ کہ تو اللہ کی تلوار ہے اور احمد مجتبیٰؐ کے لیے سپر ہے اے علیؑ اے ابوالحسن اے ابوالعلیٰ میری مدد کیجیے۔اے وہ کہ جو ہجرت کی رات مصطفی کے بستر پر سو گیا اے وہ کہ جو مصیبت کے وقت مصطفی پر فدا ہو گیا، میری مدد کو پہنچ۔(۱۶)

ایک اور شعر ملاحظہ کیجیے:

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہراؑ ہے کلی جس میں حسینؑ اور حسنؑ پھول(۱۷)

امیر المومنینؑ کے بارے میں دو شعر اور دیکھیے:

ہجرت کی شب ملا جو تجھے بستر رسولؐ
ایمائے ایزدی کی ادا بھا گئی تجھے
کیا نفس مطمئن تھا کہ ہنس کر کیا قبول
پُر ہول خوابگاہ میں نیند آ گئی تجھے(۱۸)

حضرت سچل سرمستؒ (۱۷۳۹ـ۱۸۲۹ء)

حضرت سچل سرمستؒ بزرگ عارف اور ہفت زبان شاعر کی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کا کلام عربی، فارسی، اردو، سندھی، سرائیکی وغیرہ میں موجود ہیں۔ اہل بیتؑ رسالت کی محبت میں آپ کو بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کی محبت اور سرمستی آپ کے کلام میں بھی جھلکتی ہے ملاحظہ فرمائیں:

سچل سارا نور الہی
علیؑ ولی دی ہے ہمراہی
میں ہر دم رب رب کر دی (۱۹)

خواجہ غلام فریدؒ (۱۸۴۵ـ۱۹۰۱ء)

خواجہ غلام فریدؒ بلند مرتبہ صوفی بزرگ تھے۔ ان کا تعلق چشتی نظامی سلسلے سے ہے۔ کوٹ مٹھن میں آپ کی درگاہ شریف ہے۔ آپ کا شیریں کلام سرائیکی کی مٹھاس لیے ہوئے آج بھی زبان زد خاص و عام ہے۔ اہل بیتؑ رسالت سے آپ کی دیوانہ وار محبت کسی سے مخفی نہیں ہے۔ نمونہ کلام دیکھیے:

هک معنیٰ هر هر طرف ڈٹھم
سبھ اعلیٰ اعلیٰ شان ڈٹھم
چو گوٹھ ڈٹھم چودھار ڈٹھم
حسنینؓ تے شاہ مردانؓ ڈٹھم (۲۰)

☆☆☆☆☆

حضرت پیر مہر علی شاہؒ (۱۲۷۵ـ۱۳۵۶ھ)

حضرت پیر مہر علی شاہ گیلانیؒ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے جو حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے توسط سے امام حسن مجتبیٰؑ کی اولاد میں سے ہیں۔ اسلام آباد میں گولڑہ میں آپ کا مرقد شریف ہے۔ امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ان کی ایک منقبت پیش خدمت ہے:

آری آنان که غلام حیدر اند
گوی سبقت می برند از هر کسی
کیست مولای علی مولای کل
از نفوس ماست اولی تر نبی
از دل و جان شان رهین صفدر اند
دارند از مولا علی نصرت بسی

هکذا قد قاله خیر الرسل
پس علی را این چنین دان یا اخی
گشت اول از همه نور نبی
بود اقرب تربه او نور علی

ترجمہ: ہاں وہ کہ جو حیدر کے غلام ہیں اور اسی حیدر صفدر کو جنھوں نے اپنا دل اور جان سپرد کر دیے ہیں۔ گویا وہ ہر کسی پر سبقت لے جاتے ہیں کیونکہ انھیں مولا علیؑ کی نصرت اور مدد حاصل ہو جاتی ہے۔ مولا علیؑ کون ہیں وہی جو مولائے کل ہیں۔ خیر الرسل محمد مصطفی نے ان کے بارے میں یونہی فرمایا ہے۔ نبیؐ ہمارے نفوس سے اولیٰ تر ہیں اور مقدم تر ہیں پس اے بھائی! علی کو بھی ایسا ہی جان۔ نور نبیؐ سب سے پہلے تھا اور اس کے نزدیک ترین علیؑ کا نور ہے۔(۲۱)

مولا علیؑ کی منقبت میں آپ کا ایک اردو شعر بھی ملاحظہ ہو:

مہر علیؑ ہے حبّ نبیؐ، حب نبیؐ ہے مہر علیؑ
''لحمک لحمی جسمک جسمی'' فرق نہیں ما بین پیا(۲۲)

☆☆☆☆☆

علامہ محمد اقبالؒ(۱۸۷۶۔۱۹۳۹ء)

حکیم الامت شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے اہل بیتؑ اطہار کے حضور اس قدر خراج عقیدت پیش کیا ہے کہ بہت سے دانشوروں اور اہل قلم نے اس موضوع پر باقاعدہ کتب تصنیف کی ہیں جن میں موضوع کی مناسبت سے علامہ اقبال کے اشعار جمع کیے گئے ہیں۔ ہم چند ایک اشعار نذر قارئین کرتے ہیں:

مسلم اول شه مردان علی
از ولای دودمانش زنده ام
عشق را سرمایۂ ایمان علی
در جهان مثل گهر تابنده ام

ترجمہ: علیؑ شاہ مرداں مسلم اول ہیں اور عشق کے لیے علیؑ سرمایۂ ایمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی اولاد کی محبت کے طفیل میں زندہ ہوں اور اسی محبت کے طفیل پوری دنیا میں میں گوہر کی طرح چمک رہا ہوں۔(۲۳)

امیر المومنینؑ کے بارے میں چند مزید شعر دیکھیے:

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہیؓ(۲۴)

۔☆۔☆۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوت حیدری (۲۵)

☆۔☆۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف(۲۶)

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ (۱۸۸۱۔۱۹۴۸ء)

خواجہ محمد یار فریدیؒ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔اپنے مرشد کے بعد ان کے خلفا سے بھی کسب فیض کرتے رہے۔صاحب کرامت بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

اہل بیتؑ رسالت کے ساتھ آپ کی والہانہ محبت کا غماز آپ کا کلام ہے جس کا ایک نمونہ پیش خدمت ہے۔

حقیقت محمدؐ دی پا کوئی نئیں سگدا
اتھاں چُپ دی جا اے اَلا کوئی نئیں سگدا
علیؑ شیر حق پیر مشکل کشا دے
سوا جامِ کوثر پلا کوئی نئیں سگدا
ز آغاز و انجام پاک است یارمؔ
زبان ڈلدی ہے حق اَلا کوئی نئیں سگدا(۲۷)

☆☆☆☆☆

حضرت امام علی شاہ بخاریؒ (۱۹۷۷ء)

آپ کا نسبی تعلق نقوی بخاری سادات سے ہے۔آپ حضرت پیر سید زمان علی شاہؒ کے توسط سے نوشاہی سلسلے سے بیعت ہیں۔جھگیاں امام علی شاہ محمود بوٹی بند روڈ لاہور میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔آئمہ اہل بیتؑ کے حضور آپ کی کئی منقبتیں شہرت رکھتی ہیں۔

امیر المومنینؑ کی مدح میں آپ کا ایک بے ساختہ قصیدہ پیش خدمت ہے:

علی علیہ السلام مولیٰ الموالی ھے
یہ وجہ اللہ نرالی ھے
علی علیہ السلام نور الھدیٰ جانو
علیؑ لایزالی ھے

یہ رُؤیت حق تعالی ھے
علیؑ نور و ضیا جانو
علیؑ مالک کلاماں دا
علیؑ مولا غلاماں دا
اوہ حکم ارض و سما جانو
علیؑ والی ولایت دا
علیؑ منبع عنایت دا
علیؑ بابُ العُلیٰ جانو
علیؑ سلماں بچایا ھے
علیؑ کلمہ پڑھایا ھے
علیؑ کَھفُ الوریٰ جانو
علیؑ طیّب و طاھر ھے
علیؑ اصل مظاھر ھے
علیؑ عقدہ کشا جانو
علیؑ باب المدینہ ھے
علیؑ وحدت دا زینہ ھے
علیؑ کانِ سخا جانو
علیؑ عین الکمالی ھے
جلالی ھے جمالی ھے
علیؑ مشکل کشا جانو
یہ صورت بے مثالی ھے
یھی وصل وصالی ھے
علیؑ مشکل کشا جانو
علیؑ صاحب اماماں دا
علیؑ حاکم نظاماں دا
علیؑ مشکل کشا جانو

علیؑ ہادی ہدایت دا
علیؑ مخزن نہایت دا
علیؑ مشکل کشا جانو
علیؑ غنچہ کھلایا ھے
علیؑ رستے چلایا ھے
علیؑ مشکل کشا جانو
علیؑ باطن و ظاہر ھے
اوہ سب علماں دا ماہر ھے
علیؑ مشکل کشا جانو
علیؑ مخزن خزینہ ھے
علیؑ افضل قرینہ ھے
علیؑ مشکل کشا جانو
علیؑ گنج معانی ھے
علیؑ ناطق قرآنی ھے
علیؑ کا ماجرا جانو
علیؑ ہادی مدلّل ھے
علیؑ کامل مکمّل ھے
علیؑ بدرالدجیٰ جانو
علیؑ کامل کفیلہ ھے
علیؑ صورت جمیلہ ھے
علیؑ شمس الضحیٰ جانو
علیؑ گوہر فشانی ھے
علیؑ افضل بیانی ھے
علیؑ مشکل کشا جانو
علیؑ داسب تجمّل ھے
علیؑ صورت مزمّل ھے

علیؑ مشکل کشا جانو
علیؑ سوهنا وسیله هے
علیؑ سیرت جلیله هے
علیؑ مشکل کشا جانو

☆☆☆☆☆

واصف علی واصفؒ (۱۹۲۹۔۱۹۹۳ء)

آپ استاد، لکھاری، شاعر اور بہت کچھ تھے لیکن عرفان و تصوف میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہرت اور محبوبیت سے نوازا۔ اہل بیتؑ رسالت اور خاص طور پر مولا علیؑ سے آپ کی محبت عشق و وارفتگی کی عمدہ مثال ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

یا علیؑ وِرد کی پکار ہوں میں
جن کی ٹھوکر سے جام بھرتے ہیں
ہوش رکھتا ہوں مست وار ہوں میں
پائے ساقی پہ اشکبار ہوں میں(۲۸)

۔☆۔☆۔

بتا سکوں گا کہاں میں قلندری کیا ہے
نگاہِ شوق سے پوچھو کہ دلبری کیا ہے
علیؑ کا رند ہوں کہنے کی بات ہے اتنی
جہان راز ہے میخانہ حیدری کیا ہے(۲۹)

۔☆۔☆۔

علیؑ سے اولیاء کی زندگی ہے
علیؑ کی ذات ہی روح رواں ہے
علیؑ کی یاد ہے واصفؔ علی کو
علیؑ خود اس زمیں کا آسماں ہے!(۳۰)

☆☆☆☆☆

حضرت نصیر الدین نصیرؒ گولڑوی (۱۹۴۹۔۲۰۰۹ء)

آپ سلسلہ چشتیہ کے معروف صوفی بزرگ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ شعر و سخن میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ مدح اہل بیتؑ میں آپ کو اللہ نے بہت شہرت عطا فرمائی۔ مولا علی علیہ السلام کی منقبت میں چند ایک اشعار پیش خدمت ہیں:

فقر است همه لطف و عطای حیدر
مارا نبود باک زهول محشر
در مصحف حق آیت دین است علی
گوید چه نصیر از علو قدرش
شاهنشا هیست زیر پای حیدر
داریم بدل نقش ولای حیدر
بر چرخ عطا مهر مبین است علی
در بزم ولا صدر نشین است علی

ترجمہ: فقر سارے کا سارا حیدر کا لطف وعطا ہے۔ بادشاہی حیدر کے قدموں کے نیچے ہے۔ ہمیں ہول محشر کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہمارے دل پر حیدر کرارؑ کا نقش کندہ ہے۔ مصحف حق میں دین کی آیت علیؑ ہیں اور آسمان عطا پر چمکتے ہوئے سورج علیؑ ہیں۔ نصیر آپ کی عظمت کا کیا بیان کرے کہ ولایت کی محفل کے صدر نشین علیؑ ہیں (۳۱)

امیرالمومنینؑ کے بارے میں پیر نصیرالدین نصیرؒ کا ایک اردو شعر ملاحظہ کیجیے:

جن کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے نصیرؔ
وہ حدیثِ مصطفیؐ کی رو سے ہیں مولا علیؑ (۳۲)

حوالہ جات

۱) ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) تاریخ مدینۃ دمشق، بیروت، لبنان، دارالفکر، طبع ۱۴۱۵ھ، ج ۴۲، ص ۳۷۸ و محمد بن طلحہ شافعی (م ۶۵۲ھ) مطالب السؤول، فی مناقب آل الرسول، ج ۱، ص ۱۳۰ و متقی ہندی (م ۹۷۵ھ) کنزالعمال، بیروت، لبنان، موسسہ الرسالہ، طبع ۱۹۷۹، ج ۱۱، ص ۶۰۰، ح ۲۲۸۸۹

۲) یہ حدیث معتبر ترین کتب میں مختلف الفاظ مگر ایک مفہوم کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ ہم چند ایک کتب کی طرف اشارہ کرتے ہیں: امام احمد ابن حنبل (م ۲۴۱ھ) مسند احمد، بیروت، لبنان، دارصادر، ج ۳، ص ۱۴ و مسلم نیشاپوری (م ۲۶۱ھ) صحیح مسلم، بیروت، لبنان، دارالفکر، ج ۷، ص ۱۲۳ و نسائی (م ۳۰۳ھ) السنن الکبری، بیروت، لبنان، دارالکتب، العربی، طبع ۱۹۹۱، ج ۵، ص ۵۱، ح ۸۱۷۵ و بیہقی (م ۴۵۸ھ) السنن الکبری، بیروت، لبنان، دارالفکر، ج ۲، ص ۱۴۸

۳) طبرانی (م ۳۶۰ھ) المعجم الکبیر، بیروت، لبنان، داراحیاء التراث العربی، طبع دوئم، ج ۱۱، ص ۵۵ و حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) المستدرک، بیروت، لبنان، دارالمعرفۃ، ج ۳، ص ۱۲۶ و مناوی (م ۱۰۳۱ھ) فیض القدیر، بیروت، لبنان، دارالکتب العربی، طبع ۱۹۹۴، ص ۶۰

۴) حضرت علی بن عثمان ہجویری کی کشف المحجوب کا ایک ترجمہ علامہ فضل الدین گوہر نے کیا ہے جو ہمارے پیش نظر ہے نثری عبارت کا ترجمہ ہم نے انہی سے نقل کیا ہے۔ اسے ضیاء القرآن پبلیشکشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔ (جنوری 1986ء) دیکھیے صفحہ 146 تا148 جبکہ اشعار کا ترجمہ ہم نے خود کیا ہے کیونکہ علامہ صاحب نے صرف تین اشعار کا ترجمہ دیا ہے۔ ہمارے خیال میں انھیں ان تمام اشعار کا ترجمہ دینا چاہیے تھا جو حضرت علی الہجویریؒ نے نقل فرمائے ہیں جن کی تعداد 17 ہے جبکہ اصل قصیدہ 27 اشعار پر مشتمل ہے۔ فرزدق (۳۸۔۱۱۰ھ) کا یہ قصیدہ اہل بیتؑ رسالت کی عظمت و بزرگی کے حوالے سے ایک بڑی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہماری بنا چونکہ انتخاب و اختصار پر ہے اس لیے ہم نے
فقط 6 اشعار کا انتخاب کیا ہے۔ اصل فارسی کتاب کے کئی متن اس وقت گوگل (Google) پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

۵) نوائے صوفیہ، ص ۱۳۱۔۱۲۸۔ ۶) مثنوی میرنگ، نولکشور لکھنو، ۱۸۹۰ء، صفحہ ۷۔

۷) ڈاکٹر مخدوم محمد حسین: حضرت علی: احوال، کلام، ان کی مدح، صفحہ ۱۰۶

۸) ایضاً، صفحہ ۱۲۳ ۹) بر آستانۂ مولا علی، ص ۱۸۱۔۱۷۷، نوائے صوفیہ، ص ۷۹۔۷۴۔

۱۰) دیوان صابر۔ نولکشور کانپور ۱۸۹۷ء صفحہ ۴۰، نوائے صوفیہ، صفحہ ۱۵۱۔۱۵۰

۱۱) بر آستانۂ مولا علی، صفحہ ۱۰۲۔۹۸، نوائے صوفیہ، صفحہ ۱۲۷۔۱۲۴۔

۱۲) آئینۂ تصوف، صفحہ ۳۳۔۳۴، بر آستانہ مولا علی، ۱۵۸۔۱۵۷

۱۳) آئینۂ تصوف، صفحہ ۳۴، بر آستانہ مولا علی، ص ۱۵۵۔۱۵۴

۱۴) حضرت علی: احوال، کلام، ان کی مدح، صفحہ ۱۳۳ و ۱۳۴

۱۵) حضرت سلطان باہوؒ: ابیات باہو، سلطان باہو پبلیشرز اردو بازار، لاہور

۱۶) حدائق بخشش، صفحہ ۲۲۷۔۲۲۵ ۱۷) حضرت علی: احوال، کلام، ان کی مدح، صفحہ ۱۵۸

۱۸) ایضاً، صفحہ ۱۵۹ ۱۹) ایضاً، صفحہ ۱۴۶ ۲۰) ایضاً، صفحہ ۱۴۹

۲۱) مرآۃ العرفان، صفحہ ۱۱۔۱۰ ۲۲) حضرت علی: احوال، کلام، ان کی مدح، صفحہ ۱۴۵

۲۳) کلیات اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، صفحہ ۴۷

۲۴) کلید کلیات اقبال، اردو (لاہور، ادارہ اہل قلم، دسمبر ۲۰۰۵)، صفحہ ۳۸۶

۲۵) ایضاً، صفحہ ۲۸۰ ۲۶) ایضاً، صفحہ ۳۷۳ ۲۷) حضرت علی: احوال، کلام، ان کی مدح، صفحہ ۱۵۷

۲۸) ایضاً، صفحہ ۱۹۲ ۲۹) ایضاً، صفحہ ۱۹۴ ۳۰) ایضاً، صفحہ ۲۱۴

۳۱) آغوش حیرت، صفحہ ۱۳۴ بحوالہ مناقب حضرت علیؑ از ڈاکٹر محمد سرفراز ظفر صفحہ ۳۰۶

۳۲) حضرت علی: احوال، کلام، ان کی مدح، صفحہ ۲۸۹

☆☆☆☆☆

مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی نگاہ میں

عون محمد ہادی

خلاصہ تحقیق: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کے ہادی و رہبر اور تمام انبیاء کے سردار ہیں، جن کی معرفت اور پہچان ہر زمانے کے مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ سرور دو عالمؐ کا تعارف یا تو خدا کے کلام سے کروایا جانا چاہیے یا رسول اکرمؐ کے اقرباء کے اقوال سے۔ اہلبیتؑ میں سے برگزیدہ ترین ہستی اور رسالت مآبؐ کے وصی و جانشین حضرت علیؑ نے اپنے مختلف خطبات کے اندر اپنے آقا و مولا کا تعارف کروایا ہے۔ ان کے خطبات و فرامین کا مجموعہ نہج البلاغہ ہے جو ہر خاص و عام کی نظر میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وجہ تخلیق کائنات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف خود بلند درجہ پر فائز تھے بلکہ خدا نے ان کے لیے بہترین خاندان کا انتخاب کیا، اسی طرح ان کے مکارم اخلاق کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے انہیں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے ہی بھیجا اور ان کی بعثت کے مقاصد حضرت علیؑ کی نگاہ میں کچھ یوں ہیں کہ وہ کائنات کے ہادی، انسانیت کو گمراہی سے بچانے والے، عذاب الٰہی سے متنبہ کرنے والے اور انہیں بت پرستی سے نجات دلا کر جہنم کے گڑھے سے بچانے والے ہیں۔ ان کی زندگی ہمارے لیے نمونہ عمل ہے، دنیا و آخرت کی کامیابی ان کی پیروی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

پس منظر اور موضوع:

خداوند عالم نے انسان کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عقل اور انبیاء جیسے عظیم وسائل مہیا کیے ہیں۔ انہی ہادیوں و رالٰہی نمائندوں میں، سب کی وجہ تخلیق، جن کی تصدیق کی گواہی سب سے لی گئی خاتم الانبیاء، حبیب کبریا، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ نبی کریمؐ کو پہچاننا ہمارے لیے ضروری ہے تاکہ ہم خداوند عالم کے اس عظیم تحفے کو پہچان کر ان کی ذات سے استفادہ کر سکیں اور سعادت کی راہ ہمارا مقدر بن جائے۔ اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے لیے بھیجے گئے تھے کیونکہ وہ لوگ اخلاقی بحران کا شکار تھے اور ساری برائیاں اس زمانے کے لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ خدا کے لیے شریک کے قائل تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم ان سے زیادہ پستی میں ہیں۔ وہ لوگ جاہل تھے اور برائیاں کرتے تھے اور ہم ترقی یافتہ دور میں رہنے کے باوجود اخلاق و کردار کے لحاظ سے ”كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ“ کا مصداق ہیں۔ یقیناً ہم نے ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راہنمائی حاصل نہیں کی ورنہ آج ہم دنیا میں اتنے کمزور نہ ہوتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج ایک بار پھر معاشرے کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف کروایا جائے تاکہ قرب خداوندی کے حصول کے لیے زمینہ فراہم ہو

سکے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی انسان کو اس کے قریب ترین افراد ہی کے ذریعے بہتر طور پر پہچانا جاسکتا ہے۔ حضرت علیؑ کے علاوہ بھلا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیک ترین کون ہوسکتا ہے؟

اس مختصر مقالہ میں نہج البلاغہ (جو کہ حضرت علیؑ کی علم لدنی سے سیراب ہونے والی زبان سے جھڑنے والے موتیوں کا مجموعہ ہے) کی روشنی میں قاب قوسین کی منزل تک پہنچنے والے حبیب کبریاؐ کی عظمت کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

مقام مصطفیؐ بزبان مرتضیٰؑ:

آئمہ معصومینؑ کی عظیم ہستیوں کو کما حقہ پہچاننا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کو خود ان کی ہی زبان سے ادا کیے گئے الفاظ سے پہچانا جائے کیونکہ جناب رسالت مابؐ فرماتے ہیں:

یا عَلِی مَا عَرَفَ اللهَ إِلَّا أَنَا وَ أَنْتَ وَ مَا عَرَفَنِی إِلَّا اللهُ وَ أَنْتَ وَ مَا عَرَفَکَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَا اے علی! میرے اور آپ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں پہچانا، خداوند اور آپ کے علاوہ مجھے کسی نے نہیں پہچانا اور آپ کو اللہ تعالیٰ اور میرے علاوہ کسی نے نہیں پہچانا۔

ان کا تعارف ان کی ہی زبانی ممکن ہے ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خلقت أنا و أنت یا علی من نور واحد

اے علی! تم اور میں ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح تعارف حضرت علیؑ کرواسکتے ہیں، جن کے اقوال کو نہج البلاغہ میں جمع کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت علیؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور ان کی نجی زندگی سے لے کر ان کی بعثت کے مقاصد واہداف اور ان کے عظیم رتبے کو بیان کیا ہے۔ آیئے سمندر جیسی گہرائیاں رکھنے والی کتاب سے چند موتی چن کر نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالا پرونے کی کوشش کرتے ہیں:

الف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان اور ان کا مقام ومرتبہ:

آپ کا خاندان عرب کا مشہور خاندان تھا، جو اپنی انسانی صفات میں مشہور تھا اس بارے میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

اِخْتَارہ مِنْ شَجَرَۃِ الْاَنْبِیَاءِ مِشْکَاۃِ الضِیَاءِ وَ ذُؤَابَۃِ الْعَلیَاءِ وَ سُرَّۃِ البَطْحاءِ و مَصَابِیحِ الظُّلْمَۃِ، وینَا بیع الحِکْمَۃِ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے انبیاء کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیم) بلندی کی جبیں (قریش) بطحاء کی ناف (مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔

ایک اور جگہ فرمایا:

اِبْتَعَثَه بالنّور المُضِیءِ، و البُرْهانِ الجَلِیِّ وَ المِنْهاجِ البَادِی، و الکتاب الهادِیْ، اُسْرَتهُ خیرُ اَسْرَۃٍ وَ شَجَرَته خیرُ شَجَرَۃٍ، اغصانها مُعْتَدِلَة، وَ ثِمَارُها مُتَهدّلة

پروردگار نے آنحضرت کو روشن نور (واضح دلیل) نمایاں راستہ اور ہدایت کرنے والی کتاب کے ساتھ بھیجا، آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان بہترین خاندان اور آپ کا شجرہ بہترین شجرہ ہے، جس کی شاخیں معتدل ہیں اور ثمرات دسترس کے اندر ہیں۔

ب۔ توصیف و تعریف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی اوصاف اور آپکی حقیقی اور دقیق تعریف یہ ہے کہ انسان اس کی سحر انگیزی اور معنی کی گہرائی میں ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے، چنانچہ امیر المومنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یوں تعریف کرتے ہیں:

حَتّٰی بَعَثَ اللہ محمّدًا صلی اللہ علیہ و آلہ، شھیداً و بَشِیراً، و نذیراً، خیرَ البَرِیۃِ طِفلاً، و اَنْجَبھا کَھلاً، وَ اَطْھرَ الْمُطَھرِیْنَ شِیْمَۃً، وَ اَجْوَدَ الْمُسْتَمطَرِیْنَ دِیمَۃً:

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کے اعمال کا گواہ، ثواب کی بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا، جو بچپن میں بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرف کائنات تھے۔ عادات کے اعتبار سے تمام پاکیزہ افراد سے زیادہ پاکیزہ اور باران رحمت کے اعتبار سے ہر ابر رحمت سے زیادہ کریم و جواد تھے۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح یوں کرتے ہیں:

فھوَ اِمامُ مَنِ اتَّقی، و بَصیرَۃ مَنِ اھتَدی، سراج لَمَعَ ضَوئہ، وَ شِھاب سَطَعَ نُورُہ و زَنْد بَرَق لَمْعُہ، سِیرَتُہ الْقَصْدُ، و سُنَّتُہ الرِّشْدُ و کَلَا مُہ الْفَصل، و حُکْمُہ الْعَدْلُ، اَرْسلَہ عَلَی حِینَ فَتْرَۃٍ مِنَ الرّسُلِ وَھفْوَۃٍ عَنِ العَمَلِ، غَبَاوَۃٍ مِنَ اْلاُمَمِ؛

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل تقویٰ کے امام اور طالبان ہدایت کے لیے سرچشمہ بصیرت ہیں، آپ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لَو دے رہی ہے اور ایسا ستارہ جس کا نور درخشاں ہے اور ایسا چقماق ہیں جس کی چمک شعلہ فشاں ہے، ان کی سیرت میانہ روی، سنت رشد و ہدایت، ان کا کلام حرف آخر اور ان کا فیصلہ عادلانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا جب انبیاء کا سلسلہ موقوف تھا اور بدعملی کا دور دورہ تھا اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔

ایک اور مقام میں بیان فرمایا:

بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام بہترین مقام اور آپ کی نشوونما کی جگہ بہترین منزل ہے، نیک کرداروں کے دل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھکا دیئے گئے اور نگاہوں کے رخ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑ دیے گئے، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کینوں کو دفن کر دیا اور عداوتوں کے شعلے بجھا دیئے، لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور کفر کی برادری کو منتشر کر دیا۔ اہل ذلت کو باعزت بنا دیا اور کفر کی عزت پر اکڑنے والوں کو ذلیل کر دیا، آپ کا کلام شریعت کا بیان اور آپ کی خاموشی احکام کی زبان تھی۔

ج۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکارم اخلاق:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ

بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔

خود آپؐ نے اپنی بعثت کا مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل قرار دیا ہے، آپ کا فرمان ہے:

اِنَّما بعثت لاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الاَخلَاقِ

میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔

یہ اخلاق کی اہمیت اور عظمت کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد مکام اخلاق کی تکمیل ہے، اسی طرح آپ انہی اعلیٰ اخلاق وصفات کا کامل ترین نمونہ ہیں، نہج البلاغہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا۔

۱۔ زہد و پارسائی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عظیم ہستی کہ ساری کائنات جن کے قدموں کی دھول ہے زہد و پارسائی میں ان کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ اس بارے میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

قَدْ حَقَّرَ الدُّنیا ۔۔۔ وَ خَوَّفَ مِنَ النَّارِ مُحَذِّراً

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا کو ذلیل وخوار سمجھا اور پست وحقیر جانا اور یہ جانتے تھے کہ اللہ نے آپ کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے اور اس دنیا کو آپ سے الگ رکھا ہے اور گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کے لیے اس کا دامن پھیلا دیا ہے، لہذا آپ نے دنیا سے دل سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اس کی یاد کو دل سے بالکل نکال دیا اور یہ چاہا کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ لباس زیب تن فرمایا اور نہ کسی خاص مقام کی امید کی، آپ نے پروردگار کے پیغام کو پہنچانے میں سارے عذر اور بہانے برطرف کر دیئے اور امت کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے نصیحت فرمائی جنت کی بشارت سنا کر اس کی طرف دعوت دی اور جہنم سے بچنے کی تلقین کر کے خوف پیدا کرایا۔

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ کَانَ صَلَّی اللہ عَلیہ وَ آلہ وَ سَلَّمَ یَأْکُلُ عَلَی اْلاَرضِ ، وَیَجْلِسُ جِلْسَةَ اَلْعَبْدِ ۔۔۔ وَ کَذٰلِکَ مَنْ أَبْغَضَ شیئاً أَبْغَضَ أَنْ یَنْظُرَ الیه ، وَ أَنْ یذْکَرَ عِنْده

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے، اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے، اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے، بے پالان گدھے پر سوار ہوتے تھے، اپنے پیچھے کسی کو بیٹھا بھی لیتے تھے، گھر کے دروازے پر ایک دفعہ ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو آپ نے اپنی ایک زوجہ سے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو، جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آجاتی ہیں، آپ نے دنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج و دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تا کہ ان سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اُسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اُس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں، انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا تھا اور دل سے ہٹا دیا تھا اور

نگاہوں سے اُسے اوجھل رکھا تھا یونہی جو شخص کسی شے کو بُرا سمجھتا ہے تو اُسے نہ دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے۔

۲۔حسن سلوک اور مہربانی:

قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین اخلاقی خصوصیت حسن سلوک اور مہربانی وعطوفت بیان کرتا ہے۔آپ نے اپنی اسی خصوصیت کی بنا پر بہت سے دلوں کو اپنی طرف راغب کیا اور انہیں ہدایت کے چشمہ سے سیراب کیا، ارشاد ہوتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

پس آپ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان کے لیے نرم خو اور مہربان ہیں اگر آپ سخت اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے دُور ہو جاتے۔

حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی خصوصیت کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

وَ اَطهرَ المُطهرِينَ شِيمَةً، وَ اَجْوَدَ المُستمْطَرِينَ دِيمَةً

عادات کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام پاکیزہ افراد سے پاکیزہ اور باران رحمت کے اعتبار سے ہر ابر رحمت سے زیادہ کریم وجواد تھے

۳۔لوگوں کی خیر خواہی اور ہمدردی:

قرآن مجید نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کے بارے میں بیان فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں اس بارے میں ذکر کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت بھیجا جب لوگ گمراہی وضلالت میں حیران وسرگردان تھے اور فتنوں میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے، نفسانی خواہشات نے انہیں بہکا دیا تھا اور غرور نے ان کے قدموں میں لغزش پیدا کر دی تھی اور بھرپور جاہلیت نے ان کی مت ماردی تھے اور وہ غیر یقینی حالات اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران وپریشان تھے۔

فَبَالَغَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي النَّصِيحَةِ وَ مَضى عَلَى الطَّرِيقَةِ، وَ دَعَا اِلَى الحِكْمَةِ وَ المَوْعِظَةِ الحَسَنَةِ

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت اور خیر خواہی کا حق ادا کر دیا، سیدھے راستے پر چلے اور لوگوں کو حکمت ودانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف دعوت دیتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے طبیب تھے جو خود بیماروں کے پاس چل کر جاتے تھے اور ان کا روحانی معالجہ کرتے تھے۔اس بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا:

طبيب دَوَّارٌ بِطِبِه قَدْ اَحْكَمَ مَرَاهمه ،وَ اَحْمَى مَوَاسِمه يَضَعُ ذلِكَ حيثُ الحَاجَةُ اِليه ، مِنْ قُلُوبٍ

عُمْيٍ، وَآذَانٍ صُمٍّ، وَأَلْسِنَةٍ بُكْمٍ مُتتبع بِدَوَائه مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ وَمَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ

آپ وہ طبیب تھے جو اپنی طبابت کو لیے ہوئے چکر لگا رہا ہو، جس نے اپنے مرہم کو درست کرلیا ہو اور داغنے کے آلات کو تپا لیا ہو، وہ اندھے دلوں، بہرے کانوں گونگی زبانوں (کے علاج معالجہ) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے، ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو اور دوا لیے ایسے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو۔

۴۔شجاعت و بہادری:

امیر المومنین علیؑ جو خود اشجع الناس تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْه

ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ جب جنگ میں شدت پیدا ہو جاتی اور دو گروہ برسر پیکار ہو جاتے تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آجاتے اور آپ کو اپنی سپر قرار دیتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی بھی دشمن کے قریب نہ ہوتا۔

د۔مقاصد بعثت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

تمام انبیاء کی بعثت کے مقاصد بدرجہ اتم رسول خدا کی بعثت کے مقاصد ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ تا قیامت آنے والے لوگوں کی ضروریات کو مدنظر رکھا جائے۔ ہم اس وقت تک بعثت کے مقصد کو واضح نہیں کر سکتے جب تک ضرورت ہدایت معلوم نہ کرلیں۔ بعثت کے مقاصد کو مختلف لحاظ سے مختلف حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، مثلاً ایک انسان کی نسبت رسول خدا کی بعثت کا کیا کردار تھا؟ اور پورے معاشرے کے لحاظ سے رسول خداؐ کے مبعوث ہونے کا مقصد کیا ہے؟ اس بارے میں حضرت علیؑ کے اقوال کی روشنی میں بعثت رسول مقبولؐ کو سمجھتے ہیں۔

ا۔کائنات کے ہادی:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت کے حالات کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المومنین علیؑ خطبہ نمبر ا میں فرماتے ہیں:

وَأَهْلُ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُتَفَرِّقَةٌ وَأَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ وَطَرَائِقُ مُتَشَتِّتَةٌ بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهِ أَوْ مُلْحِدٍ فِي اسْمِهِ أَوْ مُشِيرٍ إِلَى غَيْرِهِ فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ وَأَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ

اس وقت اہل زمین متفرق مذاہب، منتشر خواہشات اور الگ الگ راستوں پر گامزن تھے۔ اس طرح سے کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے کچھ اُسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ پس خداوند عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سب کو گمراہی سے ہدایت دی اور آپ کے وجود سے جہالت سے باہر نکالا۔

۲۔گمراہی سے بچانے والے رہنما:

حضرت علیؑ عربوں کے حالات تفصیل سے بیان فرماتے ہیں اور ساتھ ہی اس بات کی طرف متوجہ کرواتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح انہیں راہ حق پہ لگا دیا، فرماتے ہیں:

بَعَثَهُ وَ النَّاسُ ضُلَّالٌ فِی حیرَۃٍ و خاطِبُونَ فِی فِتْنَۃٍ ,قَدْ استهوَ تهمُ الاھوَ اءُ و استزَ لّتهمُ الْکِبیریا و استَخَفّتْهمُ الْجَاھلِۃُ الجھلَاءُ حیارٰی فِی زِلْزَ الٍ مِنَ الاٰمْرِ وَ بَلَاءٍ مِنَ الجَھلِ و مَبَالَغَ صلی اللہ علیہ و آلہ فِی النَّصِیحَۃِ و مَضٰی علی الطِّریْقَۃِ, وَ دَعَا اِلَی الحِکْمَۃِ و المَوْعِظَۃِ الحَسَنَۃِ

اللہ سبحانہ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جب لوگ گمراہی میں سرگرداں تھے فتنوں میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے، خواہشات نے انہیں بہکا دیا تھا اور غرور نے ان کے قدموں میں لغزش پیدا کر دی تھی، جاہلیت نے انہیں سبک سر بنا دیا تھا اور وہ غیر یقینی حالات اور جہالت کی بلاؤں میں حیران و سرگرداں تھے۔ آپؐ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا، سیدھے راستے پر چلے اور لوگوں کو حکمت اور موعظہ حسنہ کی طرف دعوت دی۔

آپؑ نے ایک اور مقام پر جاہلیت عرب کی وضاحت فرمائی ہے۔

یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمدؐ کو عالمین کے لیے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا ہے۔ اے گروہ عرب! اُس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے، کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے تم گدلا پانی پیتے تھے اور غلیظ غذا استعمال کرتے تھے ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور قرابتداروں سے قطع تعلق کرتے تھے، بت تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے ہوئے تھے۔

۳۔ حق کے داعی:

خدا نے اپنے جس نبی کو قرآن مجید میں داعیا الی الحق و سراج منیر کے لقب سے نوازا ان کے بارے ولی خدا فرماتے ہیں:

اَرْسلہ دَاعِیاً اِلَی الحَقِ وَ شَاھِدًا عَلَی الخَلْقِ

اللہ نے پیغمبر اکرمؐ کو اسلام اور حق کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوقات کے اعمال کا گواہ بنا کر بھیجا۔

۴۔ لوگوں کو عذاب الٰہی سے متنبہ کرنے اور ڈرانے والے

قرآن مجید نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشیر و نذیر کے طور پر تعارف کروایا ہے حضرت علیؑ بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنَّ اللہ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلّی اللہ علیہ وَ آلہ وَ سَلَّمَ نَذِیْرً لِّلْعالَمِیْنَ وَ اَمِیْنًا عَلَی التَّنْزِیلِ

بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔

۵۔ بت پرستی اور اطاعت شیطان کی ذلتوں سے نکالنے والے

بعثت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد میں سے ایک اہم ترین یہ ہے کہ انسانیت کو شیطان کی پیروی کی ذلتوں سے نکال کر عبودیت کی اعلی منازل پر فائز کریں، اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

فَبَعَثَ اللہ محمّداً, بِالحقِ لِیُخرِ جَ عِبَادہ الاَوْثَانِ اِلی عبادَۃ, وَ مَنْ طَاعَۃِ الشَیْطَانِ اِلی طاعَتہ, بِقُرآنٍ قَدْ بیّنہ وَ اَحْکَمہ لِیَعْلَمَ العِبادُ رَبھمْ اِذْ جھلُوہ, وَ لِیقِرّ وابہ اذ جَحَدُوہ و لِیُثْبِتُوہ بَعْدَ اِذْ انکَرُوہ

پروردگار نے حضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ آپ لوگوں کو بت پرستی سے نکال کر عبادت الٰہی کی منزل کی طرف لے آئیں اور شیطان کی اطاعت سے نکال کر رحمن کی اطاعت کی طرف لے آئیں اس قرآن کے ذریعہ جسے اُس نے واضح اور محکم قرار دیا ہے تاکہ بندے اپنے رب سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اُسے پہچان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والے:

عبد و معبود کے درمیان رابطے کے لیے کریم رب نے جلیل القدر انبیاء بھیجے جن کے سردار ختم المرسلین ہیں جن کے بارے ان کے منصوص من اللہ وصی فرماتے ہیں:

ثُمَّ اِنَّ اللہ سبحانہ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلّی اللہ علیہ و آلہ بالحَقِّ حین دَنَا من الدّنیا الْا نقِطَا عُ، وَ اَقْبَلَ الاٰ خِرَۃ الِا طِلاَ عُ۔۔۔ جَعَلہ اللہ بَلاَ غاً لِرِ سَالَتِہ، وَ کَرَ امَۃً لِاُمَّتِہ، وَ رَبیعاً لِاَھْلِ زَمانہ و رِفْعَۃً لِاَ عْوَانہ وَ شَرَ فاً لِاَ نْصَارِہِ

اس کے بعد اللہ سبحانہ نے حضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا جب دنیا فنا کی منزل کے قریب تر ہوگئی اور آخرت سر پر منڈلانے لگی۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغام رسانی کا وسیلہ، امت کی کرامت، اہل زمانہ کی بہار، اعوان و انصار کی بلندی کا ذریعہ اور ان کا یار و مددگار افراد کی شرکت کا واسطہ قرار دیا۔

و۔ دوران رسالت، رسول اللہؐ کی جانفشانی اور جدوجہد:

رسول خداؐ نے اپنی بعثت کے اہداف کو کس طرح حاصل کیا اور الٰہی اہداف کو کیسے پایہ تکمیل تک پہنچایا؟ اس بارے میں حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

اَرْ سَلہ داعِیاً اِلَی الحَقِّ و شَاھِدًا عَلَی الْخَلْقِ مَبَلِّغَ رِسَالاتِ رَبِہ غیرَ وَانٍ و لا مُقَصِّرٍ وَ جَاھَدَ فِی اللہ اَعْدَائَہ غیرَ وَاھنٍ و لا مُعَذِّرٍ اِمَامُ مَنِ اتَّقی وَ بَصَرُ مَنِ اھتَدی

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوقات کے اعمال کا گواہ بنا کر بھیجا تو آپؐ نے پیغام الٰہی کو مکمل طور پر پہنچا دیا نہ اس میں کوئی سستی کی نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا اور اس میں نہ کوئی کمزوری دکھائی اور نہ کسی حیلہ اور بہانہ کا سہارا لیا، آپ متقین کے امام اور طالبان ہدایت کے لیے آنکھوں کی بصارت تھے۔

ہ۔ تمام انسانوں کے لیے نمونہ عمل:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند عالم کے آخری نبی اور قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد بھی انہی کے اسوہ حسنہ پہ چلنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ قرآن پاک اس بارے میں فرماتا ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَن کَانَ یَرْجُو اللہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللہَ کَثِیرًا

درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

خداوند عالم کا یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تمام کاموں میں ان کی اقتداء کرنا واجب ہے اور یہ کہ ان کا ہر قول و فعل حجت ہے۔

امیر المومنین علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:

یقیناً رسول اکرمؐ کی زندگی تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے آپ کی ذات دنیا کے عیوب اور اس کی ذلت و رسوائیوں کی کثرت کو دکھانے کے لیے رہنما ہے اس لیے کہ آپ سے دنیا کے دامنوں کو سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لیے اس کی وُسعتیں ہموار کر دی گئیں آپ کو اس کے منافع سے الگ رکھا گیا اور اس کی آرائشوں سے کنارہ کش کر دیا گیا۔

نتیجہ:

مندرجہ ذیل تحقیق سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؑ نے علم لدنی سے سیراب شدہ زبان سے قاب قوسین کی منزل تک پہنچنے والے، سراج منیر، رحمت العالمین کا ایسا تعارف کروایا جیسا کروانے کا حق ہے۔

منابع

قرآن مجید

نہج البلاغہ (جمع کنندہ: محمد حسین شریف رضی، مترجم: مفتی جعفر حسین، لاہور: معراج کمپنی، بی تا)

ابن أبی زینب، محمد بن ابراهیم، الغیبة للنعمانی، تهران: نشر صدوق، 1397ق

ابن بابویه، محمد بن علی، علل الشرائع، قم: کتاب فروشی داوری، چ: اول، 1385ق/1966م

ابن بابویه، محمد بن علی، الخصال، تهران: کتابچی، 1377ش

ابن بابویه، محمد بن علی، الأمالی، تهران: کتابچی 1376ش

ابن بطریق، یحیی بن حسن، عمدة عیون صحاح الأخبار فی مناقب إمام الأبرار جماعة المدرسین بقم، مؤسسة النشر الاسلامی، قم، 1407ق

ابن زکریا، ابی لحسن احمد بن فارس، معجم المقاییس فی اللغة، بیروت: دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، چ: 11/7061

ابن طاووس، علی بن موسی، مهج الدعوات تهران: رایحه

ابن طاووس، علی بن موسی، سعد السعود للنفوس منضود، قم: دار الذخائر، بی تا

ابن طاووس، علی بن موسی، الیقین باختصاص مولانا علی علیه السلام بإمرة المؤمنین قم: دار الکتاب، 1413ق

ابن طاووس، علی بن موسی، طرف من الأنباء و المناقب مشهد: تاسوعا، 1420ق

ابن عقده کوفی، احمد بن محمد، فضائل أمیر المؤمنین علیه السلام قم: دلیل ما 1424ق

جوھری بصری، احمد بن عبد العزیز ، مقتضب الأثر فی النص علی الأئمة الإثنی عشر ، قم: انتشارات طباطبایی، بی تا
حر عاملی، محمد بن حسن، اثبات الوصیة، بیروت: اعلمی، 1425ق
شامی، یوسف بن حاتم، الدر النظیم فی مناقب الأئمة اللهامیم، قم: جامعه مدرسین، 1420ق
شعیری، محمد بن محمد جامع، الأخبار نجف: مطبعة حیدریة، بی تا
شهیدی، سید جعفر، ترجمہ نہج البلاغہ، تہران: الشرکة العلمیة و الثقافیة للطباعة و النشر، چ: چهاردهم، 1460ء
شیخ مفید، محمد بن محمد (مترجم: رسولی محلاتی، سید ہاشم) تہران: الإرشاد للمفید اسلامیہ، بی تا
طبرسی، فضل بن حسن، اعلام الوری باعلام الهدی (مترجم عطاردی، عزیز اللہ) تہران: اسلامیۃ، 1390ق
طبری آملی، عماد الدین أبی جعفر محمد بن أبی القاسم ، بشارة المصطفی لشیعة المرتضی، نجف: المکتبة الحیدریة، 1383ق
علامہ حلی، حسن بن سلیمان بن محمد (مترجم: آژیر، حمیدرضا)، کشف الیقین، تہران: وزارت ارشاد، 1379ش
علامہ حلی، حسن بن سلیمان بن محمد، مختصر البصائر، قم: مؤسسة النشر الإسلامی، چ، اول، 1421ق
علوی، محمد بن علی بن الحسین، مناقب علوی الکتاب العتیق، قم: دلیل ما، 1428ق
قمی، شیخ عباس، سیرت معصومین، (مترجم: سید صفدر حسین نجفی)، لاہور: معراج کمپنی، ۲۰۱۴
قمی، شیخ عباس (مترجم محمد محمدی اشتهاردی) الأنوار البهیة قم بی نا: 1380ش ص 80
کیرانوی، مولانا وحید الزمان قاسمی، القاموس الوحید، لاہور: ادارہ اسلامیات، چ: اول، 1422ھ، ص 179۔
مازندرانی، ابن شہر آشوب، المناقب ابن شہر آشوب قم: علامہ، 1379ق
مازندرانی، محمد بن علی ابن شہر آشوب، متشابہ القرآن و مختلفہ، قم: دار بیدار للنشر، چ: اول، ق1369
مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، بیروت: مؤسسہ الوفاء، ۱۹۸۳ء
مطہری، مرتضی، سیری در نہج البلاغہ، قم: دار التبلیغ اسلامی، چ: 1379
نسائی، احمد بن شعیب، خصائص أمیر المؤمنین علیہ السلام، قم: بوستان کتاب، 1382ش

عدالت در نہج البلاغہ

عامر حسین شہانی
جامعۃ الکوثر اسلام آباد

مقدمہ:

نہج البلاغہ ایک ایسی منفرد کتاب ہے جو علم و حکمت کا بحر بیکراں ہے۔ یہ کتاب وارث منبر سلونی کی حکمت و دانائی سے پر کلام کا مجموعہ ہے۔ نہج البلاغہ میں جن موضوعات پر بہت زیادہ گفتگو کی گئی ہے اور جنہیں بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے ان میں سے ایک اہم موضوع عدالت ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ زندگی کے کسی بھی موڑ پر عدل و عدالت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے جسم سے لے کر کائنات کی بلندیوں تک اور ایک چھوٹے خاندان سے لے کر دنیا کی حکومت و بادشاہت تک ہر جگہ عدالت کی ضرورت و اہمیت برقرار رہتی ہے۔ تاریخ انسانی شاہد ہے کہ جس معاشرے میں عدالت نہ ہو وہ معاشرہ کبھی ترقی کی منازل طے نہیں کرسکتا۔

نہج البلاغہ کے امیر سخن امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام خود امام عادل ہیں اور عدالت کے معاملے میں اس قدر حساس ہیں کہ کبھی کسی موقع پر بھی عدالت سے پس و پیش برداشت نہیں کرتے۔ آپ عدل و عدالت کا مجسم نمونہ تھے۔ اس لیے عدالت کے بارے میں آپ کا کلام اور آپ کے اقدامات نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ نہج البلاغہ میں عدل کی تعریف سے لے کر نفاذ عدالت کے عملی نمونے سبھی کچھ موجود ہے۔ زیر نظر مقالہ میں نہج البلاغہ کی روشنی میں عدل و عدالت کے معنی و مفہوم اور اپنے اصحاب و حکومتی کارندوں کو عدالت کے حوالے سے کی گئی نصیحتیں اور امام عدل کے نفاذ عدالت کے لیے کئے گئے اقدامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

عدالت کے لغوی معنیٰ:

عربی گرامر میں کلمہ عدل کا مادہ اصلی ع د ل ہے۔ مشہور و معروف لغت "لسان العرب" میں عدل کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

العَدل ما قامَ فی النّفوسِ أنَّہ مُستَقیمٌ و ھو ضِدُّ الجور

عدل وہ ہے جو نفس میں قائم ہو، مستقیم ہو اور یہ ظلم و جور کا متضاد ہے۔

اسی طرح فیروز اللغات میں عدالت کا معنی انصاف اور برابری بیان کیا گیا ہے۔

عدالت کے اصطلاحی معنیٰ:

کلمہ عدالت علم کلام، فقہ اور علم اخلاق میں استعمال ہوتا ہے اور ہر ایک شعبہ میں عدل کا معنی و مفہوم تقریباً ایک دوسرے کے قریب

قریب ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام عدل کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عدل کے معنی یہ ہیں کہ تم خدا کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت نہ دو کہ اگر وہی چیز تم سے سرزد ہوتی تو باعث ملامت ہوتی۔

آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہری عدل کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں:

عدل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنا فیض اور رحمت اور نیز مصیبت اور نعمت، ذاتی اور سابقہ استحقاق کے مطابق دیتا ہے اور نظامِ خلقت میں اللہ کے فیض اور رحمت اور مصیبت اور نعمت اور اجر اور سزا کے لحاظ سے خاص نظم برقرار ہے۔

اسی طرح علامہ شیخ محمد رضا مظفر نے عقائد کی کتاب میں عدل کے اصطلاحی معنی یوں بیان فرمائے ہیں:

علماء شیعہ کے ہاں عدل، اللہ تعالی کی صفاتِ ثبوتیہ کمالیہ میں سے ہے، اس طرح سے کہ وہ اپنے فیصلوں اور احکام میں ظلم نہیں کرتا، نیک لوگوں کو اجر دیتا ہے اور گنہگاروں کو سزا دے سکتا ہے، اور اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتا اور جتنے وہ مستحق ہیں اس سے زیادہ ان کو سزا نہیں دیتا۔

قرآن کریم کے عظیم الشان مفسر، صاحب تفسیر المیز ان علامہ طباطبائی نے عدالت کے بارے میں بہت ہی عمدہ اور مفید وضاحت کی ہے اور وہ یوں کہ:

عدالت زندگی کے کسی ایک پہلو تک محدود نہیں ہے بلکہ انسانی زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر محیط ہے۔ عدالت کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام اشیاء اور اشخاص کے درمیان برابری اور مساوات کا برتاؤ کیا جائے جو ایک مرتبہ اور منزلت رکھتے ہوں۔

عدالت کا مفہوم امیر المومنینؑ کی نظر میں اسلامی تعلیمات میں لفظ عدالت کا تین مقامات پر استعمال ہوتا ہے:

(۱) عدالت الٰہی

(۲) عدالت ذاتی، جو کہ قضاوت، نماز جمعہ و جماعت کی امامت وغیرہ کی شرط ہے۔

(۳) عدالت اجتماعی، جو کہ سماج اور معاشرہ کے تمام شعبوں کو اپنے اندر شامل کر لیتی ہے۔

نہج البلاغہ چونکہ اس ہستی کا کلام ہے کہ جو سراپا عدل تھی اس لیے نہج لبلاغہ میں مختلف مقامات پہ عدل وعدالت کا تذکرہ ملتا ہے۔

قرآن مجید کی آیۃ مجیدہ: ان اللہ یامر بالعل والاحسان کے بارے میں امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْعَدْلُ الإِنْصَافُ و الإِحْسَانُ التَفَضُّلُ

یعنی عدل، انصاف ہے اور احسان لطف وکرم ہے۔

پس یہاں پر جس طرح آیت مجیدہ میں عدل کو بغیر کسی قید وشرط کے بیان کیا گیا ہے اسی طرح کلام امامؑ میں بھی عدل کو انصاف قرار دیا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ عدل اور سخاوت میں سے کیا بہتر ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا:

اَلعَدْلُ یَضَعُ الْاُمُورَ مَوَاضِعَهَا وَ الْجُودُ یُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا وَ الْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌّ وَ الْجُودُ عَارِضٌ خَاصٌّ فَالْعَدْلُ اَشْرَفُهُمَا وَ اَفْضَلُهُمَا

عدل ہر چیز کو اس کے موقع محل پر رکھتا ہے اور سخاوت ہر چیز کو اس کی حد سے باہر کر دیتی ہے۔ عدل ایک اجتماعی نظام سے عبارت ہے جب کہ سخاوت ایک خصوصی مسئلہ ہے۔ لہذا عدل سخاوت سے اشرف وافضل ہے۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بالعدل قامت السموات والارض

زمین وآسمان عدل وانصاف کی بنیاد پر قائم ہیں۔

جب بیت المال کی تقسیم میں سب کے ساتھ مساویانہ سلوک اختیار فرمایا تو لوگوں کے اعتراض پر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

لَو کَانَ الْمَالُ لِی لَسَوَّیْتُ بَیْنَهُمْ فَکَیْفَ وَ اِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ

اگر یہ مال میرا ذاتی ہوتا تو بھی میں اس کی مساویانہ تقسیم کرتا۔ اب میں کس طرح مساویانہ تقسیم نہ کروں جب کہ یہ مال اللہ کا ہے۔

عدل کی اہمیت کلام امیرالمومنینؑ میں

عدالت وہ عظیم حقیقت ہے جسے نافذ کرنے کے لئے اللہ تعالی نے انبیاء اور مرسلین بھیجے۔ حضرت علی عدالت کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔

چنانچہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: عدالت افضل ہے یا جودوسخاوت۔ تو آپ نے فرمایا: عدالت افضل ہے۔

جب کہ ایک سادہ لوح انسان کی نظر میں جودوسخاوت عدالت سے بالاتر ہے۔

اور پھر حضرت علیؑ نے دلیل یہ دی کہ عدل اس لئے افضل ہے کہ زندگی کے امور اور مسائل کو اپنی جگھوں پر قرار دیتا ہے، جب کہ سخاوت انھیں اپنی جگھوں سے ہٹا دیتی ہے۔

چونکہ عدالت کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ اپنے طبیعی مزاج پر چل رہا ہے اور ہر چیز اپنی صحیح جگہ پر ہے لیکن جودوسخاوت کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ اپنے طبیعی مزاج سے ہٹ گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ ضرورت پیش آئی کہ معاشرہ کے کسی ایک فرد کو اس کے حق سے زیادہ دے کر اس کی ضرورت پوری کی جائے۔

آپ نے عدل کی برتری پر دوسری دلیل یہ دی:

العدل سائس عام والجود عارض خاص

عدالت ایک عام قانون اور عمومی مدیر ہے جو پورے معاشرہ پر محیط ہوتا ہے جبکہ سخاوت ایک استثنائی صورت حال ہے'' نتیجۃً عدل برتر اور افضل ہے۔

آپ عدالت کو ہمیشہ اور ہر حال میں فوقیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

عدل میں وسعت اور لامحدود گنجائش ہے اور جو کوئی عدالت کی وسیع فضا میں بھی تنگی محسوس کرے تو وہ ظلم وناانصافی کی تنگ فضا میں بدرجہ اولی تنگی گھٹن اور محسوس کرے گا۔

حضرت علی علیہ السلام عدالت کو ایک فریضہ الٰہی بلکہ ناموس الٰہی سمجھتے ہیں اور اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتے کہ انسان کے سامنے ظلم وستم ہو اور وہ خاموش تماشائی بنا دیکھتا رہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ حتی الامکان ظلم وستم کو ختم کرنے اور عدل وانصاف کو عام کرنے کی سعی وکوشش کرے چنانچہ آپ خطبہ شقشقیہ میں فرماتے ہیں:

آ گاہ ہو جاؤ، قسم ہے اس خدا کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا، اگر حاضرین کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کی وجہ سے مجھ پر حجت قائم نہ ہوگئی ہوتی اور اللہ نے علماء سے یہ عہد و پیمان نہ لیا ہوتا کہ وہ ظالم کے ظلم اور مظلوم کی مظلومیت پر خاموش نہ رہیں تو میں خلافت کی رسی کو اس کی گردن پر ڈال کر آج بھی ہنکا دیتا...۔

عام لوگوں کی نظر میں حکومت کا مقصد اقتدار، عیش وعشرت اور لذت طلبی ہے لیکن نمائندگان پروردگار کی نظر میں حکومت کا مقصد، معاشرہ میں عدل وانصاف کا قیام، ظلم وجور کا خاتمہ اور دنیا وآخرت میں نوع انسانی کی کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار کرنا ہے۔

ایک مرتبہ ابن عباس، حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ علیہ السلام اپنا پھٹا پرانا جوتا سی رہے تھے، آپ علیہ السلام نے ابن عباس سے پوچھا:

اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی؟ انھوں نے کہا: کچھ نہیں!

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میری نظر میں اس حکومت وریاست کی قدر وقیمت اس جوتے سے بھی کمتر ہے مگر یہ کہ حکومت کے ذریعے میں عدالت کو نافذ کرسکوں، حق کو قائم کرسکوں اور باطل کو مٹا سکوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے عدالت کو اتنی اہمیت دی اور اس طرح عدالت کو اپنی زندگی میں سمو لیا کہ عدالت آپ کی شخصیت کا ایسا حصہ بن گئی کہ جب بھی آپ علیہ السلام کا تذکرہ ہوتا ہے، بلا فاصلہ ذہن، عدالت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اسی طرح جب کبھی عدالت کا ذکر ہوتا ہے تو وہ عادل امام علیہ السلام بے ساختہ یاد آجاتا ہے، جس نے اعلان بھی کیا تھا اور اپنے عمل سے ثابت بھی کیا تھا کہ:

واللہ! اگر مجھے سات اقلیم اس شرط پر دیے جائیں کہ میں ایک چیونٹی کے منہ سے جَو کا ایک چھلکا چھین لوں تو میں انہیں ٹھوکر مار سکتا ہوں، لیکن اس حد تک بھی بے عدالتی اور ظلم نہیں کرسکتا۔

آپ کی عدالت اتنی مشہور ہوئی کہ دین ومذہب کی حدوں سے گزر کر ہمہ گیر شکل اختیار کرگیا اور آج دنیا کا ہر مفکر اور دانشور، خواہ وہ کسی بھی ملت ومذہب سے تعلق رکھتا ہو، آپ کی عدالت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کو اپنا شرف سمجھتا ہے۔ چنانچہ جارج جرداق نام کے ایک مسیحی دانشور نے آپ کی عدالت کے موضوع پر 5 جلدوں پر مشتمل ''صوت العدالۃ الانسانیہ'' نام کی کتاب بھی تالیف کردی جو دنیا کی مختلف مشہور زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی ذاتی زندگی سے لے کر اجتماعی، سماجی اور حکومتی زندگی کے ہر پہلو میں مکمل طور پر عدالت کو نافذ کیا۔

نہج البلاغہ میں عدالت:

نہج البلاغہ امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے کلام کے ایک بڑے حصے پر مشتمل کتاب ہے۔ نہج البلاغہ میں ہمیں عدالت کی

اہمیت جاننے کے لیے یہی کافی ہے کہ امام عادل کے کلام پر مشتمل اس کتاب میں عدل ان موضوعات میں سے ہے کہ جن پر کافی گفتگو ہوئی ہے۔ نہج البلاغہ میں کلام علی علیہ السلام سے اور آپؑ کی زندگی اور آپؑ کا عمل عدالت پر سختی سے کاربند رہنے کے حوالے سے اس قدر مشہور ہے کہ نا صرف اسلام میں بلکہ غیر مسلم مفکرین میں بھی آپ کی عدالت کے چرچے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ مشہور عیسائی مفکر جارج جرداق نے نہج البلاغہ اور امام علی علیہ السلام کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد پانچ جلدوں پر مشتمل اپنی ایک کتاب صوت العدالۃ الانسانیۃ تحریر کی جو اس قدر مشہور ہوئی کہ اب تک کئی زبانوں میں اس کے تراجم سامنے آ چکے ہیں۔ نہج البلاغہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام علی علیہ السلام کے نزدیک عدالت ایک الٰہی فریضہ ہے کہ جس سے ذرہ برابر بھی چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام ذراہ برابر بھی ظلم برداشت نہیں کرتے تھے۔ اسی چیز کی اہمیت آپ نے مختلف مقامات سے اپنے قول و فعل سے واضح فرمائی۔

ایک طرف امام علی علیہ السلام وہ شخصیت ہیں جن سے اس دنیا کی مذمت میں بہت سے اقوال مذکور ہیں اور خود اپنے عمل سے بھی آپ نے دکھایا کہ یہ دنیا اور اس کی چیزیں علی علیہ السلام کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ آپ کی نظر میں دنیا ایک بکری کی چھینک سے بھی کم اہمیت کی حامل ہے:

دُنیا کُمْ هٰذِهِ أَزْهَدُ عِنْدِی مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ

تمہاری دنیا میرے نزدیک بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے وقعت ہے۔

جبکہ آپ کے نزدیک عدالت کی اس قدر اہمیت ہے کہ دنیا کی حکومت وخلافت کی ذمہ داری فقط قیام حق اور نفاذ عدالت کی خاطر اپنے کندھوں پر اٹھاتے دکھائی دیتے ہیں۔

امام علی علیہ السلام نے ہر موقع پر عدالت کو اہمیت دی۔ آپ عدالت کو میزانِ الٰہی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان العدل میزان اللہ الذی وضعہ للخلق و نصبہ لاقامۃ الحق

نہج البلاغہ کی رو سے امام علی علیہ السلام کی زندگی میں عدل و عدالت کی اہمیت واضح کرنے کے لیے مختلف فرامین ملتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام علی علیہ السلام نے عدل وعدالت کو اس قدر اہمیت دی کہ جب بھی آپؑ کا تذکرہ ہوتا ہے تو انسان کا ذہن بے ساختہ ایک ایسے عادل انسان کا تصور کرتا ہے کہ جو سراپا عدل ہے۔

کلامِ امام علی علیہ السلام میں عدالت کی اقسام:

حضرت امام علی علیہ السلام نے اپنے کلام میں عدالت کی ضرورت و اہمیت پر مختلف مقامات پہ گفتگو کی گئی ہے۔ ان موارد کو دیکھتے ہوئے اگر کلام امیر المومنین علیہ السلام میں عدالت کی اقسام مرتب کی جائیں تو مندرجہ ذیل تین اقسام سامنے آتی ہیں:

1- عدالتِ اجتماعی:

نہج البلاغہ میں امام علی علیہ السلام کے مختلف اقوال ملتے ہیں جن میں عدالتِ اجتماعی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اس کے نفاذ پر زور دیا گیا ہے۔ آپؑ نے خصوصی طور پر اپنی ظاہری خلافت کی زندگی میں عملی طور عدالت اجتماعی کے نفاذ کے لیے مختلف اقدامات

کیے۔ آپؑ نے مسلمانوں میں پہلے اسلام لانے والوں اور تازہ اسلام لانے والوں میں کسی قسم کے فرق کو روا نہ رکھا، اسی طرح مہاجرین و انصار امیر و غریب الغرض ہر لحاظ سے کسی کو بھی بطور انسان کسی دوسرے پر فوقیت نہ دی اور تمام کو برابر کے حقوق دیئے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپؑ عدل سے کسی بھی صورت پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مقام پہ ارشاد فرماتے ہیں:

واللہ لان ابیت علی حسک السعدان مسھّداً او اجّر فی الاغلال مصفدًا احبّ الیّ من ان القی اللہ و رسولہ یوم القیامۃ ظالما لبعض العباد و غاصباً لشیءٍ من الحطام و کیف اظلم احداً لنفس الی البلیٰ قفولھا و یطول فی الثریٰ حلولھا

خدا کی قسم! اگر مجھے سعدان کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنی پڑے اور مجھے زنجیروں میں جکڑ کر کھینچا جائے تو یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں خدا اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے خدا کے بندوں پر ظلم کیا ہو یا مالِ دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو اور میں اس نفس کی آسودگی کے لیے بھلا کسی پر کیونکر ظلم کر سکتا ہوں جو کہ فنا کی طرف پلٹنے والا ہے اور مدتوں مٹی کی تہوں میں پڑا رہے گا۔

نوٹ: سعدان کے بارے میں علامہ مفتی جعفر حسین نہج البلاغہ کے حاشیہ میں وضاحت کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

سعدان: ایک خاردار جھاڑی ہے جسے اونٹ چرتا ہے۔

نہج البلاغہ میں عدل کا دائرہ کار فقط انسانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ دیگر جانداروں کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

واتقوا اللہ فی عبادہ و بلادہ فِاِنّکم مسئولونَ حتّٰی عن البقاع و البھائم۔

اے لوگو! خدا کے بندوں اور اس کی بستیوں کے معاملے میں تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تم سے زمین کے قطعات اور جانوروں کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔

2- سیاست میں عدالت:

عدالت سیاسی یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر عائد سیاسی حقوق صحیح طریقے سے ادا کرے۔ حقوق سیاسی سے مراد وہ حقوق ہیں جو ایک حاکم اور سلطان پر اس کی رعایا کی نسبت اور رعایا پر حاکم کی نسبت عائد ہوتے ہیں۔ نہج البلاغہ میں ان سیاسی حقوق کو انسان پر اللہ کی طرف سے عائد حقوق میں سے اہم ترین حقوق میں شمار کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آپ علیہ السلام ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے واجب کیا ہے حکمران کا رعیّت پر اور رعیّت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیّت میں سے ہر ایک کے لئے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اسے ان میں رابطہ محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیّت اسی وقت خوشحال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہو سکتا ہے، جب رعیّت اس کے احکام کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہو۔ جب رعیّت فرمان روا کے حقوق پورے کرے اور فرمانروا رعیّت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو ان کے اس عمل سے حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے

نشانات قائم ہوجائیں گے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں اپنے دھارے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کی توقعات پیدا ہوجائیں گی اور دشمنوں کا حرص وطمع یاس وناامیدی میں بدل جائے گا[1] اور جب رعیّت حاکم پر مسلّط ہوجائے یا حاکم رعیّت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ پر ہر بات میں اختلاف ہوگا۔ ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے۔ دین میں مفسدے بڑھ جائیں گے، شریعت کی راہیں متروک ہوجائیں گی، خواہشوں پر عمل درآمد ہوگا، شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے جائیں گے، نفسانی بیماریاں بڑھ جائیں گی اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقع پر نیکوکار ذلیل اور بدکردار باعزت ہوجاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جاتی ہیں۔

3- قضاوت میں عدالت:

قضاوت میں عدل کے نفاذ کے بارے میں امام علی علیہ السلام کی کوشش کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ قضاوت کے لحاظ سے امام علی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا جو ان کی طرح حق کا فیصلہ کرتا اور عدل وانصاف کو عملی جامہ پہناتا۔ آپ کی قضاوت پر مکمل دسترس کے حوالے سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان مہر تصدیق ثبت کرنے کے مترادف ہے کہ:

أَقْضَاكُمْ عَلِي

کہ تم میں سب سے بڑے قاضی علی علیہ السلام ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں بہت سے ایسے فیصلے ملتے ہیں جن میں امام علی علیہ السلام نے عدل وانصاف کا بول بالا کرتے ہوئے مبنی برحق فیصلے انجام دیے اور ایسے فیصلے کیے کہ جو تاریخ میں آپؑ کی عدالت وقضاوت میں مثال ہیں۔ آپ نے اپنی خلافت کے ایام میں قاضی شریح کو قاضی کا منصب عطاء کرنے کے بعد اسے تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

ثُمَّ وَاسِ بَينَ الْمُسْلِمِينَ بِوجهکَ وَ مَنْطِقِکَ وَ مَجْلِسِکَ حَتَّى لَا يَطْمَعَ قَرِيبُکَ فِي حَيفِکَ وَ لَا ييأَسَ عَدُوُّکَ مِنْ عَدْلِکَ وَ رُدَّ الْيمِينَ عَلَى الْمُدَّعِي مَعَ بَينَةِ

مسلمانوں (مدعی وملزم) کی طرف نظر کرنے، بات کرنے، بٹھانے (یا اپنے بیٹھنے) کی جگہ میں مساوات برقرار رکھو تاکہ تمہارے اقرباء دوسروں پر ظلم کرنے اور اپنوں کو زیادہ دینے کا لالچ نہ رکھیں اور تمہارے دشمن تمہارے عدل وانصاف سے مایوس نہ ہوجائیں اور مدعی کے خلاف اٹھائی گئی قسم کو بینۃ (گواہی) کے ذریعے رد کرو۔

اسی طرح آپؑ کے قضاوت میں عدالت کے نفاذ کے لیے کیے گئے اقدامات کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ اپنی زرہ کے حوالے سے ایک یہودی یا نصرانی کے مقابل مقدمہ ہار جانا قبول کرلیتے ہیں لیکن عدالت کے تقاضوں کو پامال نہیں ہونے دیتے۔

سیرت امیر المومنین علیہ السلام میں نفاذ عدالت کے نمونے:

اگر ہم امام عادل امام علی علیہ السلام کی زندگی کے مختلف گوشوں کا مطالعہ کریں اور بالخصوص ان کے زمانہ خلافت کے حالات اور اس وقت ان کے اقدامات کا جائزہ لیں تو ہمیں نفاذ عدالت کے سلسلے میں آپ کی طرف سے انجام دیئے گئے مختلف اقدامات نظر

آتے ہیں۔ ذیل میں امیرالمومنینؑ کے نفاذ عدالت کے سلسلے میں اٹھائے گئے اقدامات کا جائزہ لیتے ہیں۔

1- ذاتی زندگی میں عدالت:

امیرالمومنین علیہ السلام خود اپنی ذاتی وشخصی زندگی میں عدالت کو اہمیت دیتے اور اسے بلند مقام عطا کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ اپنی ذاتی زندگی میں بھی ہر مقام پر عدالت کو مقدم رکھتے تھے۔ آپؑ کی سیرت وزندگی ہمیں بتاتی ہے کہ جب تک کوئی حکمران یا کسی مملکت کا سربراہ اپنے آپ کو، اپنے رہن سہن کو اور کھانے پینے کو اپنی رعایا کے عام افراد کی سطح پر نہ رکھے تب تک وہ بہترین حکمران اور بہترین سربراہ قرار نہیں پاسکتا۔ چنانچہ ہمیں نہج البلاغہ کے خطبہ 208 میں اس کا بہترین نمونہ ملتا ہے جب امیرالمومنین کے صحابی علاء بن زیادہ اپنے بھائی عاصم بن زیادہ کی آپ سے شکایت کرتے ہیں کہ وہ دنیا سے بالکل بیگانہ ہوگیا ہے تو امیرالمومنینؑ اسے بلاتے ہیں اور سمجھاتے ہیں کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں سے استفادہ کرو تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ آپ کا پہناوا بھی تو چھوٹا موٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے۔ تو امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

> تم پر حیف ہے میں تمہاری مانند نہیں ہوں، خدا نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس ونادار لوگوں کی سطح پر رکھیں تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ وتاب نہ کھائے۔"

یوں نہج البلاغہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قیامِ عدالت کے لیے ایک حکمران کی ذمہ داری کہیں زیادہ سخت ہے کہ وہ اپنی مملکت میں عدالت کے نفاذ سے قبل خود اپنی ذاتی زندگی پر عدل نافذ کرے اور اپنا رہن سہن رعایا کے عام افراد سے بلند نہ رکھے۔

یہی وجہ ہے کہ امیرالمومنین نے ہمیشہ معاشرے کے کم تر اور غریب افراد کی سطح پہ رہتے ہوئے جو کی خشک روٹی پہ تکیہ کرکے زندگی گزاری۔ ایسے میں جب آپ کو خبر ملی کہ بصرہ کے والی عثمان ابن حنیف نے وہاں کے بڑے لوگوں کی جانب سے کھانے کی پرتکلف دعوت قبول کی ہے تو آپ نے خط لکھ کر اس کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

> دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز وسامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری، سعی وکوشش، پاک دامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اس کی مال ومتاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں اور نہ ان پرانے کپڑوں کے بدلہ میں (جو پہنے ہوئے ہوں) اور کوئی پرانا کپڑا میں نے مہیا کیا ہے۔

2- قیام عدالت بحیثیت حاکم:

امام علی علیہ السلام کی نظر میں کسی بھی حکمران کی حکومت کا سب سے اولین اور بنیادی مقصد حق کا دفاع اور عدالت کا قیام ہونا چاہیے۔ اگر حکومت کا مقصد عدالت کا قیام نہیں ہے تو امام علی علیہ السلام کی نظر میں ایسی حکومت ایک بکری کی چھینک یا ایک پھٹے پرانے جوتے سے بھی کم حیثیت قرار پاتی ہے۔ اسی لیے خطبہ شقشقیہ میں ارشاد ہوتا ہے:

> دیکھو اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں، اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی

اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے۔ کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی بھوک پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کے اوّل کو سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتناء پاتے۔

درحقیقت امیر المومنین علیہ السلام کی سیرت میں دیکھا جائے تو انہوں نے عدالت اور عدالت کے نفاذ میں ایک حاکم کی ذمہ داریوں کے حوالے سے جو کچھ فرمایا تھا اسے عملی طور پر انجام دے کر بھی دکھایا اور اپنی حکومت کے ایام میں آپ نا صرف خود عدالت پر سختی سے کاربند رہے بلکہ اپنی حکومت کے والیوں، گورنروں اور قاضیوں کی عدالت کے معاملے میں کسی قسم کی کوتاہی کو بھی برداشت نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے اپنی حکومت کے دوران ابوالاسود دوئلی کو محض اس وجہ سے منصب قضاوت سے معزول کر دیا کہ مقدمہ سننے کے دوران ان کی آواز مدعی اور مدعیٰ علیہ کی آواز سے بلند ہوگئی تھی فرمایا:

اِنِّی رَأَیتُ کَلَامَکَ یَعْلُو کَلَامَ خَصْمِکَ"؛

میں نے دیکھا کہ تمہاری آواز مخالف کی آواز سے بلند ہوگئی تھی۔

اس لیے کہ اگر قاضی اس انداز سے مقدمہ سنے گا تو ہو سکتا ہے کہ حق دار اپنے حق کا صحیح طرح دفاع نہ کر پائے اور یوں عدالتی فیصلہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر پائے گا۔

3- قانون سازی میں قیام عدالت:

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی حکومت کے لئے جو قوانین مرتب کئے تھے وہ من و عن وہی قوانین تھے جو رسول اللہ ﷺ نے اسلامی حکومت کے لئے معین فرمائے تھے، چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کی عدالت کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

کفّی و کفّ علی فی العدل سواء

یعنی عدالت میں میرا اور علیؑ کا ہاتھ بالکل برابر ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام مالی اور دیگر مادی حتی معنوی مسائل میں سارے انسانوں کو ایک ہی خانہ میں جگہ نہیں دیتا اور اس مسئلہ میں اسلام مارکسزم کا شدید مخالف ہے لیکن جہاں قانون کا مسئلہ ہوتا ہے وہاں اسلام، عالم و جاہل، غریب و امیر، دوست و دشمن سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

علیک بالعدل فی الصدیق و العدو

دوست اور دشمن دونوں کے ساتھ عدالت سے پیش آؤ۔

آپ علیہ السلام نے ایک نافرمان عامل کی تنبیہ کرتے ہوئے ایک خط میں فرمایا:

واللّٰہ لو ان الحسن و الحسین...

واللہ اگر حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام نے بھی یہ کام کیا ہوتا، تو ان کے لئے بھی میرے پاس کسی نرمی کا امکان نہیں تھا اور نہ وہ میرے ارادہ پر قابو پا سکتے تھے جب تک کہ ان سے حق کو حاصل نہ کر لیتا اور ان کے ظلم کے آثار کو مٹا نہ دیتا۔

جب خلافت کی باگ ڈور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں تھی۔ اس وقت بیت المال کی کثیر تعداد آپ کے اختیار میں تھی، ایک دن عقیل حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے میں مقروض ہوں اور اس کی ادائیگی میرے لئے سنگین ہے میرا قرض ادا کر دیجئے۔ جب حضرت نے انکا قرض ادا کرنا چاہا جو ایک ہزار درہم تھا تو آپ نے فرمایا:

> قسم بخدا! اس قدر قرض ادا کرنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے تم صبر کرو بیت المال سے مجھے میرا حصہ مل جائے تو میں اپنی آخری حد تک تمہاری مدد کروں گا۔ عقیل نے کہا: بیت المال کا اختیار تو آپ کے پاس ہے اس سے دے دو۔ حضرت نے اس سے امتناع کیا۔ دہکتا لوہا عقیل کے پاس کیا کہ جو اسوقت نابینا تھے، وہ سمجھا کہ حضرت علی اسے درہم دینے لگے ہیں انھوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اسے دہکتے لوہے کی حرارت محسوس ہوئی، حضرت علی نے فرمایا: تم اس آگ کی حرارت سہنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے میں کس طرح جہنم کی آگ تحمل کروں۔

آج کی حکومتوں کو حضرت علی علیہ السلام کی سیرت کو اپنا کر ایسے قوانین بنانا چاہیں جن میں صرف حکمرانوں کا نہیں بلکہ پوری قوم کا فائدہ ہو اور دنیا کو چاہئے کہ ملکی اور عدالتی قوانین کے نفاذ میں تفریق کی قائل نہ ہو۔

4-حکومتی عہدوں کی تقسیم میں عدالت:

آج کی دنیا میں حکومت کے نمائندوں اور اراکین کے انتخاب، نیز عہدوں اور منصبوں کی تقسیم میں مکر وفریب، رشوت، چرب زبانی، مال ودولت کی فراوانی، تعلقات اور سب سے بڑھ، کر اپنے ذاتی منافع کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، مگر جس چیز پر بالکل توجہ نہیں دی جاتی وہ انسان کی معنویت، صداقت، عدالت اور لیاقت وصلاحیت ہے لیکن علوی حکومت میں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ وہاں کسی بھی چیز پر توجہ نہیں دی جاتی تھی سوائے عدالت، معنویت اور لیاقت وصلاحیت کے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اور پرائے کے امتیاز کو ختم کر کے جو شخص جس عہدہ کی صلاحیت رکھتا تھا وہ عہدہ اس کے سپرد کر دیا چنانچہ آپ کے ۵۱ گورنروں کی فہرست پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو اس میں مہاجر وانصار، یمنی، نزاری، ہاشمی، غیر ہاشمی، عراقی، حجازی اور پیر وجوان سب نظر آتے ہیں جو چیز آپ سے پہلے کی حکومتوں میں بے نام ونشان تھی۔

اس کے برعکس آپ کی نگاہ ولید، مروان، عمرو عاص اور طلحہ وزبیر جیسے مشہور اور سرکردہ افراد پر نہیں ٹکتی، چونکہ ان کے اندر وہ تقوی اور صلاحیت موجود نہیں تھی جو ایک اسلامی مملکت کے حاکم اور عامل میں ہونا چاہیئے اگرچہ فقط طلحہ اور زبیر کو ان کی خواہش کے مطابق کوفہ اور بصرہ کا حاکم نہ بنانے کی وجہ سے آپ کو طرح طرح کی مشکلات، منجملہ جنگ جمل اور اس سے پہلے جنگ بصرہ (جمل صغری) کا سامنا کرنا پڑا۔

آپ علیہ السلام نے دنیاوی سیاست دانوں کے برعکس، کسی بھی حال میں بڑی سے بڑی مادی منفعت اور سیاست کے بدلے عدالت کا سودا نہیں کیا، اور خلافت ملتے ہی تمام ظالم اور نا اہل گورنروں منجملہ معاویہ جیسے طاقتور اور بانفوذ، گورنر کو معزول کر دیا کیونکہ

جب آپ سے لوگوں نے کہا فی الحال معاویہ کو معزول نہ کیجئے ، ابھی آپ کی حکومت مستحکم نہیں ہوئی ہے اور وہ بغاوت کر کے آپ کی حکومت کے لئے خطرہ بن جائے گا۔ جب حکومت کے ستون مستحکم ہو جائیں تو آپ بآسانی اس کو معزول کر دیجئے گا تو آپ نے یہ کہ کر لوگوں کو خاموش کر دیا کہ:

میں ایک لمحہ کے لئے بھی ظلم وستم کو برداشت نہیں کر سکتا

اور تقریباً اسی سے مشابہ ایک دوسرے موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

اتامرونی ان اطلب النصر بالجور...

کیا تم لوگ مجھے مشورہ دے رہے ہو کہ میں ظلم و جور کے سہارے فتح و کامیابی حاصل کروں اور اس جملہ کے ذریعے آپ نے اس نظریہ پر خط بطلان کھینچ دیا جو کہتا ہے کی بلند اور نیک مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اچھے برے ہر قسم کے وسائل کا سہارا لیا جاسکتا ہے۔

5- مالی وسائل کی تقسیم میں عدالت:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب وعجم اور سیاہ وسفید کی تفریق کے بغیر سارے مسلمانوں کو بیت المال سے برابر کا حق دیا کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کی حکومتوں نے آپ کی سیرت کے برخلاف بیت المال اور مال غنیمت کی تقسیم میں رنگ ونسل اور ذات پات کو معیار بنا لیا لیکن حکومت ملتے ہی حضرت علی علیہ السلام نے اس غلط اور غیر اسلامی سیرت کی مخالفت کی اور دوبارہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احیاء فرمایا اور عرب وعجم، سیاہ وسفید اور مہاجر وانصار کی تفریق ختم کر دی جس کے نتیجے میں اہل باطل کی ایک بڑی تعداد آپ کی مخالف ہوگئی۔

جب آپ علیہ السلام نے خلیفہ سوم کی بدعنوانیوں کی مخالفت کی تو کچھ لوگوں نے کہا جو ہو گیا سو ہو گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

واللہ لو وجدتہ قد تزوج بہ النساء...

خدا کی قسم! اگر میں مسلمانوں کے عمومی اموال اس حالت میں پاتا کہ اسے عورت کا مہر بنا دیا گیا ہے یا کنیز کی قیمت کے طور پر دیا گیا ہے تو اسے بھی واپس کرا دیتا...

آپ علیہ السلام بیت المال کو مال خدا اور مسلمانوں کا حق سمجھتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی بیت المال کو اپنے ذاتی منافع کے لئے استعمال نہیں کیا اور نہ ہی اپنے کسی عامل کی طرف سے بیت المال میں خیانت اور اسراف کو برداشت کیا۔

نہج البلاغہ کے مختلف خطبات اور مکتوبات اس بات پر گواہ ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے بیت المال میں معمولی خیانت کرنے والوں کی شدید تنبیہ وسرزنش کی ہے اور بہت سے گورنروں کو اس خطا پر معزول بھی کیا ہے۔

6- قضاوت میں عدالت:

آپ کی عدالت اس سلسلے میں شہرہ آفاق ہے اور اس موضوع پر بہت سی مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہم ذیل کی سطروں میں فقط دو تین نمونوں کے ذکر کرنے پر اکتفاء کر رہے ہیں:

الف: ایک مرتبہ ایک شخص نے خلیفہ دوم کے دربار میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف شکایت کی، حضرت علی علیہ السلام اس شخص کے ساتھ خلیفہ دوم کے دربار میں پہنچے تو خلیفہ نے کہا: اے ابوالحسن! آپ اپنے مدّعی کے ساتھ بیٹھ گئے جب مقدمہ کا فیصلہ ہو چکا تو خلیفہ نے حضرت علی علیہ السلام کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دیکھ کر اس کا سبب پوچھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم نے گفتگو کے دوران میرے مدّعی کو نام لے کر بلایا مگر مجھے کنیت کے ساتھ بلایا حالانکہ عدل وانصاف کا تقاضا یہ تھا کی تم مجھے بھی نام لے کر بلاتے۔

ب: حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مشہور صحابی ابوالاسود دوئلی کو ایک جگہ قاضی بنایا اور پھر کچھ ہی عرصے کے بعد معزول کر دیا تو انہوں نے پوچھا:

یا امیر المومنین میں نے نہ تو کوئی خیانت کی اور نہ ہی کسی طرح کی ناانصافی اور ظلم، پھر آپ نے مجھے کیوں معزول کر دیا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے دیکھا کی تمہاری آواز مدعی کی آواز سے بلند ہو جاتی ہے۔ لہذا تمہیں معزول کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فیصلہ، قضاوت اور حدودالٰہی کے نفاذ میں اپنے پرائے، دوست و دشمن، غلام و آقا، عرب وعجم سب کو ایک نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ تاریخ میں ایسے بہت سے شواہد ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حکم الٰہی کی مخالفت اور جرم کے مرتکب ہونے کی صورت میں اپنے قریبی ترین چاہنے والوں پر بھی حدودالٰہی کو جاری کیا۔ چنانچہ نجاشی نام کے آپ کے ایک قریبی چاہنے والے نے، جو بہت بڑے شاعر تھے اور ہمیشہ آپ کی حمایت میں اشعار کہا کرتے تھے، شراب پی لی۔ تو آپ نے اس پر بھی شراب پینے کی حد جاری کر دی اور جب اس کے قبیلہ والوں نے اعتراض کیا تو فرمایا: اے بنی نہد کے بھائیو! نجاشی بھی امت مسلمہ کا ایک فرد ہے۔ لہذا ہم نے کفارہ کے طور پر اس پر بھی شریعت کی حد جاری کی ہے۔۔۔۔

7-قیدیوں اور مجرموں کے ساتھ عدالت:

آج عدالت کے علمبردار اور حقوق انسانی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے کس طرح سے عدالت اور حقوق انسانی کی دھجیاں اڑا رہے ہیں، یہ کسی بھی صاحب عقل وشعور سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آج امریکہ، یورپ اور دیگر ممالک میں اسیروں اور مجرموں کے ساتھ جو برتاو کیا جاتا ہے اس کی معمولی مثالیں گوانٹانامو اور عراق میں ابوغریب اور دیگر امریکی جیلوں سے ملنے والی کچھ سنسنی خیز خبریں ہیں جنہیں سن کر ہر انسان کا بدن لرز جاتا ہے اور دل دہل جاتا ہے۔ ایک طرف قیدیوں کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے اور دوسری طرف حضرت امام علی علیہ السلام اپنے قاتل کے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ عدالت کے تشنہ انسان کو صرف اسلام ہی کے چشمہ زلال اور سرچشمہ حیات سے سیرابی حاصل ہو سکتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے قاتل کے بارے میں جو وصیتیں کی ہیں وہ درحقیقت منشور انسانیت ہیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

دیکھو اگر میں اس ضربت سے جانبر نہ ہو سکا تو میرے قاتل کو ایک ہی ضربت لگانا اس لئے کہ ایک ضربت کی سزا اور

قصاص ایک ہی ضربت ہے اور دیکھو میرے قاتل کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا کیونکہ میں نے سرکار دو عالم سے سنا ہے کہ خبردار! کاٹنے والے کتے کو بھی مثلہ نہ کرنا (اس کے بدن کے اعضاء نہ کاٹنا)۔

3-غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق میں عدالت:

ایک حکمران کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی حکومت میں عدل وعدالت کا بلاتفریق نفاذ کرے اور اس سلسلے میں مسلم وغیر مسلم اور اکثریت واقلیت کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز نہ برتا جائے بلکہ بطور رعایا سب کو برابر کا انصاف فراہم کیا جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مذہبی اقلیتوں، مثلاً اسلامی مملکت میں رہنے والے عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کے لئے حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا زمانہ ان کی پوری تاریخ کا سب سے سنہرا اور پرامن دور ہے۔ اور ان کے علماء اور مفکرین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے گورنروں کو غیر مسلموں کے حقوق اور ان کے احترام کے بارے میں خصوصی تاکید کیا کرتے تھے۔ جس کی ایک مثال مالک اشتر کا عہد نامہ ہے۔ بطور مثال، صرف ایک جملہ ملاحظہ ہو:

سارے لوگ تمہارے بھائی ہیں، کچھ دینی اور کچھ انسانی اعتبار سے، لہٰذا تمہیں سب کے حقوق کا لحاظ رکھنا ہوگا...

امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ اپنی زرہ کے معاملے میں ایک یہودی سے مقدمہ ہار جاتے ہیں حالانکہ آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ زرہ آپ کی ہی ہے لیکن عدالت کے تقاضوں کے مطابق آپ اسے اپنا مال ثابت نہیں کر پاتے تو اس مقدمہ میں اپنی ہار قبول کر لیتے ہیں مگر عدالت پر حرف نہیں آنے دیتے۔

اسی طرح آپ اپنی حکومت کے دوران بھی مسلم وغیر مسلم کو ان کے حقوق دینے میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے بلکہ کے نزدیک بحیثیت انسان مسلم وغیر مسلم کو بلاتفریق برابر کے حقوق دیے جانا ضروری ہیں۔ روایت میں ملتا ہے کہ جب ایک عیسائی بوڑھے کو بھیک مانگتے دیکھا تو فرمایا:

اِستَعمَلتُمُوہ حَتّیٰ إِذَا کَبِرَ وَعَجَزَ مَنَعتُمُوہ أَنفِقُوا عَلَیهِ مِن بَیتِ المَالِ

تم لوگوں نے اس سے کام لیا اور جب یہ بوڑھا ہو گیا تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے اسے بیت المال سے نفقہ دیا جائے۔

اسی طرح جب حضرتؑ کو خبر ملی کہ اسلامی حکومت میں دشمن کے حملے کی وجہ سے کسی غیر مسلم خاتون کے جواہرات چوری ہو گئے ہیں تو آپؑ کے نزدیک اگر اِس تلخ حادثے کی اطلاع ملنے پر کوئی مسلمان رنج سے مر جائے تو وہ اِس کا حق رکھتا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

فَلَو أَنَّ امرَأً مُسلِماً مَاتَ مِن بَعدِ هٰذَا أَسَفاً مَا کَانَ بِهِ مَلُوماً بَل کَانَ بِهِ عِندِی جَدِیراً

اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جا سکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا سزاوار ہے۔

نتیجہ بحث:

پس اس گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کے عظیم کلام پر مشتمل کتاب نہج البلاغۃ میں عدالت ان موضوعات میں سے ایک ہے جن پر بہت زیادہ گفتگو کی گئی ہے۔ نہج البلاغۃ ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ کسی بھی قوم و ملک کی ترقی کا راز عدالت کے نفاذ میں پنہاں ہے۔ انسان کو اپنی ذاتی زندگی سے لے کر معاشرے کے ہر شعبے میں عدل و انصاف کی یقینی فراہمی کے لیے اقدامات کرنے چاہیں۔ اس سلسلے میں امیر المومنین علیہ السلام کی سیرت اور نہج البلاغۃ میں ان کے عدالت کے بارے بیان کیے گئے کلمات پر غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم عدل و عدالت کا صحیح مفہوم سمجھ کر اس کے نفاذ کی کوششیں کر سکیں۔ نہج البلاغۃ میں ہمیں انسان کی ذاتی زندگی سے لے کر بحیثیت حاکم اور بحیثیت قاضی نفاذِ عدالت و انصاف کے عملی نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح نہج البلاغۃ میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق میں عدالت اور حتیٰ کہ جانوروں کے بارے میں بھی عدالت قائم کرنے کی مثالیں ملتی ہیں۔ لہذا ہر وہ شخص جو اپنی ذات، اپنے خاندان اور معاشرے میں عدل و انصاف کا عملی پر چار کرنا چاہتا ہے، اسے نہج البلاغۃ سے امامِ عدل کے کلام اور ان کی سیرت سے عملی طور پر نفاذِ عدالت کا سبق لینا چاہیے۔ کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام عدل و انصاف کی فراہمی پر اس قدر سختی سے کاربند رہے کہ کہا گیا کہ امیر المومنین کو شدتِ عدل کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ خداوند متعال سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی زندگی میں اور اپنے معاشرے میں عدل و انصاف کا عملی نفاذ کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

مصادر و منابع

لسان العرب، علامہ ابن منظور الافریقی المصری، ناشر دار الاحیاء التراث العربی طبعۃ الاولیٰ 1408ھ بیروت لبنان

فیروز اللغات اردو، مولوی فیروز الدین، ناشر فیروز سنز لیمیٹڈ، لاہور پاکستان

کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین، شیخ اسماعیل بن احمد الطبرسی النوری، ناشر کارخانہ کربلائی تہران، ایران

مجموعہ آثار شہید مطہری، شہید مرتضیٰ مطہری، ناشر انتشارات صدرا چاپ ششم 1422ھ قم، ایران

عقائد الامامیہ، شیخ محمد رضا مظفر، ناشر ادارہ پاسبان اسلام، اشاعت 2007ء

نہج البلاغہ، مترجم مفتی جعفر حسین، ناشر معراج کمپنی لاہور، 2003ء

عوالی اللئالی العزیزیہ فی الاحادیث الدینیہ، ابن ابی جمہور الاحسائی، ناشر انتشارات سید الشہداء، طبع اولی 1403ھ

غرر الحکم و درر الکلم، قاضی ناصح الدین ابوالفتح آمدی، ناشر دار الکتب الاسلامی قم ایران

الاحتجاج، ابو منصور احمد بن علی الطبرسی، مؤسسۃ الاعلمی مؤسسہ اہلبیتؑ، بیروت، لبنان

الکافی، شیخ محمد ابن یعقوب الکلینی، ناشر دار الاضواء، طبعۃ الاولی 1413ھ، بیروت، لبنان

المناقب آل ابی طالبؑ، محمد بن علی ابن شہر آشوب، ناشر مؤسسۃ انتشارات علامہ قم ایران

مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، مرزا حسین محدث نوری، ناشر مؤسسۃ آل البیت، 1412ھ، بیروت

وسائل الشیعہ، محدث شیخ حر عاملی، ناشر مؤسسۃ آل البیت قم ایران 1414ھ